ندائے خلافت

۸ر جون ۱۹۹۲ء

- دین کی طرف بلانے والی کوئی تنظیم اب ''الجماعت'' نہیں!
- سندھ آپریشن کی پشت پر اصل ارادہ' اصل نیت کیا ہے؟
- نفاذ اسلام کے ریاستی تقاضے---پاکستان کے حوالے سے

خلافت کی خوشخبری

الفاظ کے ایک نئے جامے میں

اِنَّ اَوَّلَ دِیْنِکُمْ نُبُوَّةٌ وَرَحْمَةٌ وَتَکُوْنُ فِیْکُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ، ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًّا فَیَکُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّةً فَتَکُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُهَا اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهٗ، ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةً عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ تَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّةِ النَّبِیِّ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِی الْاَرْضِ یَرْضٰی عَنْهَا سَاکِنُ السَّمَاءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرٍ اِلَّا صَبَّتْهُ مِدْرَارًا وَلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا وَبَرَکَاتِهَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْهُ۔

تمہارے دین کی ابتداء نبوت اور رحمت سے ہے اور وہ تمہارے درمیان رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ جل جلالہ اس کو اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر بد اطوار بادشاہی ہوگی اور جو کچھ اللہ چاہے گا وہ ہوگا۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر جبر کی فرماں روائی ہوگی اور وہ بھی جب تک اللہ چاہے گا رہے گی۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ پھر وہی خلافت بطریق نبوت ہوگی جو لوگوں کے درمیان نبی کی سنت کے مطابق عمل کرے گی اور اسلام زمین میں پاؤں جما لے گا۔ اس حکومت سے آسمان والے بھی راضی ہوں گے اور زمین والے بھی۔ آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کرے گا اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دے گی۔ (مولانا مودودی مرحوم کی "تجدید و احیائے دین" سے ماخوذ)

(یہی مضمون الفاظ کے کسی قدر فرق کے ساتھ ایک اور حدیث میں بھی وارد ہوا ہے جو اس سے قبل "ندائے خلافت" کے سرورق کی زینت بنائی گئی تھی۔)

"یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے"

ڈسکہ میں تحریک خلافت کا جلسہ

وقائع نگار

تحریک خلافت پاکستان کے چھوٹے مگر پرعزم اور بلند حوصلہ قافلہ نے نظام خلافت کے پیغام کو عام کرنے اور لوگوں کو اس کی برکات سے روشناس کروانے کا جو بیڑا اٹھایا ہے وہ الحمد للہ ثم الحمدللہ حسن و خوبی اور خصوصی تائید باری تعالیٰ سے اپنی اصل منزل کی طرف رواں دواں ہے اور امید کی کرن نظر آنے لگی ہے کہ "یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے"۔ انشاء اللہ! اور یہی اس قافلہ کا مقصود اور مطلوب ہے۔

اس سلسلہ میں ۲۹ر مئی بروز جمعہ المبارک بعد نماز عصر ڈسکہ شہر میں جلسہ خلافت منعقد کیا گیا۔ خطاب خصوصی کے لئے ڈاکٹر عارف رشید' فرزند ارجمند ڈاکٹر اسرار احمد داعی تحریک خلافت ڈسکہ تشریف لائے تھے۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ قاری مطیع الرحمان نے سورۃ الصف کی آیات کی تلاوت کی۔ تلاوت کے بعد میاں محمد امین شاد نے بہت ہی پیارے انداز میں یہ نظم پڑھی۔

ہم دین محمدؐ کے وفادار سپاہی
اللہ کے اعوان و مددگار سپاہی
اسلام کی عظمت کے نگہ دار سپاہی
باطل کی خدائی کو گوارا نہ کریں گے
مرجائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے۔

اس کے بعد تحریک کے نوجوان مقامی رہنما مرزا ندیم بیگ نے مختصر الفاظ میں تحریک خلافت پاکستان کا تعارف کروایا۔

بعدازاں مہمان خصوصی ڈاکٹر عارف رشید نے خطاب کا آغاز کیا اور کہا کہ نظام خلافت ہی انسانیت کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ انسانیت در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے لیکن کوئی ایسا نظام میسر نہیں جو اس کے دکھوں کا مداوا کرسکے۔نظام جمہوریت جسے ہم اختیار کئے ہوئے ہیں' فریب نظر کے سوا کچھ نہیں۔ جمہوریت میں بنیادی طور پر عوامی حاکمیت کا شرک سرایت کئے ہوئے ہے یعنی اگر اکثریت اللہ کی حرام کی ہوئی کسی شے کے بارے میں حلت کا فیصلہ دے دے تو وہ حلال ہو جائے گی۔ یہ جمہوریت جس کے نام پر ہم پاکستان کی اب تک کی تاریخ میں بیوقوف بنائے جارہے ہیں' اسکے ذریعہ کبھی اسلام کے نام پر دھوکا دیا گیا اور کبھی روٹی کپڑا اور مکان کے نام پر فریب دئے جاتے رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ بین الاقوامی سطح پر جس طرح یہود نے اپنے جیو ورلڈ آڈر کے پنجے گاڑے ہوئے ہیں اور اپنی گرفت جسطرح مضبوط سے مضبوط تر کررہا ہے' اس سے نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ مسلم امہ متحد ہو کر نظام خلافت کے نفاذ کے لئے کمر ہمت کس لے۔

ڈاکٹر عارف رشید نے ملکی حالات کی نقشہ کشی کرتے ہوئے بتایا کہ جس طرح ملک خداداد پاکستان پر مایوسیوں کے سیاہ بادلوں نے اپنے ڈیرے جمائے اور سندھ کی موجودہ صورتحال تشویش ناک حد تک پہنچ چکی ہے' یہ نتیجہ ہے پاکستانی مسلمانوں کی اس عہد سے روگردانی کا جو اس نے قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کیا تھا کہ تیرے دین کو نافذ کریں گے۔

اب بھی وقت ہے کہ حالات کے تیور کو سمجھ کر ہم متحد ہو جائیں اور اس نظام خلافت کے قیام کے لئے کمر ہمت کس لیں جس کے لئے اللہ کا پختہ وعدہ اور محمد عربی صلی اللہ کی واضح پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ نظام خلافت عوام کی کفالت عامہ کی ذمہ دار ہے اور جمہوریت کے عوامی حاکمیت کے شرک کا خاتمہ کرتا ہے کیونکہ اس میں اللہ کی حاکمیت کا بول بالا ہوگا۔ نظام خلافت امن و سکون' عزت و آبرو کا نگہبان ہے۔ اس میں جوئے سٹہ اور شراب پر مکمل پابندی ہوگی اور مخلوط معاشرت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

حاضرین جن کی تعداد چار سو سے زائد تھی' نے انتہائی دلجمعی اور توجہ سے خطاب کو سنا اور خلافت کے نو متوالوں کو اللہ نے اپنا تعاون باقاعدہ پیش کرنے کی توفیق بخشی۔

جلسہ کے آخر میں ممتاز عالم دین مولانا محمد بشیر صاحب نے دعائے خیر کرائی۔

ناظم تحریک خلافت کا دورۂ صوبہ سرحد

ناظم تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق صاحب نے ۲۲ر تا ۲۹ر مئی ۱۹۹۲ء صوبہ سرحد کا تنظیمی و دعوتی دورہ کیا۔ اس دورے میں تحریک خلافت حلقہ صوبہ سرحد کے کنویز جناب اشفاق میر صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔

دورے کا آغاز ڈیرہ اسماعیل خان سے کیا گیا۔ وہاں دو روزہ قیام کے دوران معاونین تحریک خلافت سے ملاقاتیں' گفتگو اور سوال و جواب کی نشستیں ہوئیں۔ مقامی ڈگری کالج کی جامع مسجد میں طلبا سے خطاب ہوا اور ایک مقامی مسجد میں درس قرآن کی محفل ہوئی۔ بعض معززین شہر سے خصوصی ملاقاتیں بھی کی گئیں۔ اس دوران تحریک خلافت حلقہ ڈیرہ اسماعیل خان کے لئے کنوینگ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی۔

بنوں میں قیام کے دوران مقامی جامع مسجد میں نظام خلافت کی ضرورت و اہمیت پر خطاب عام ہوا۔ سوال و جواب کی مفصل نشست ہوئی۔ معاونین تحریک کے مشورے سے حلقہ بنوں کے لئے کنوینگ کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

کوہاٹ میں دو مساجد میں عمومی خطابات ہوئے جن میں تحریک خلافت کا تعارف اور پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کے لئے جدوجہد کی ضرورت و اہمیت پر گفتگو ہوئی۔ خصوصی ملاقاتوں میں بھی تحریک خلافت کو متعارف کروایا گیا۔

پشاور میں تحریک کے دفتر واقع خیبر بازار میں منعقدہ اجتماع میں ناظم تحریک نے مفصل اظہار خیال کیا اور نظام خلافت کے حوالے سے شرکاء

(باقی اندرونی سرورق کے دوسری جانب)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۲۰
۸ر جون ۱۹۹۲ء

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور
مقامِ اشاعت
۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: ۸۵۶۰۰۳

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے
سالانہ زرِ تعاون (اندرون پاکستان) -/۱۲۰ روپے

زرِ تعاون برائے بیرونِ پاکستان
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت ——— ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش ——— ۱۲ ر ″ ″
افریقہ، ایشیا، یورپ ——— ۱۷ ر ″ ″
شمالی امریکہ، آسٹریلیا ——— ۲۰ ر ″ ″

افتتاحیہ

پریس کا عوامی محاسبہ

ہمارے "غیر بنیاد پرست" لیکن اسلام پر دل و جان سے فدا ہونے کے لئے تیار رہنے والے وزیراعظم میاں نواز شریف نے جن کے فرق ناز پر "اللہ کے فضل و کرم" سے ان دنوں اقتدار کے ہما نے اپنا آشیانہ بنا رکھا ہے ' میلاد کی ایک محفل میں پریس کے عوامی محاسبے کی بات کر کے "آبیل مجھے مار" کا آوازہ لگایا اور اخبارات کو سچی باتیں زبان پر لانے کا موقع دے دیا ہے۔ قومی اخبارات نے بیک وقت اس پر صدائے احتجاج ہی بلند نہیں کی' خود وزیراعظم پر طعن و طنز کے تیر برسا کر ٹھیک ٹھیک نشانے لگائے اور ان کی میڈیا پالیسی کے گھروندے کا بلواڑہ کردیا۔ ان کی اس شکائت پر کہ ہر کس و ناکس کے بیانات شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کردئے جاتے ہیں' کہا گیا ہے کہ وہ خود ہی ایک فہرست جاری فرمادیں کہ کس کس کے بیانات چھاپے جائیں اور کس کس کی بات کو چھپادیا جایا کرے تاکہ روز روز کی یہ داستان کل ختم ہو۔ پوچھا گیا ہے کہ آئی جے آئی کے اس سیکرٹری اطلاعات کے اخباری بیان کس کی خواہش پر چھپتے ہیں جن کے ساتھ ان کی اپنی جمعیت کا کوئی آدمی بیٹھنے تک کو تیار نہیں اور اس ایک مسلک کی نمائندہ مذہبی جماعت کے لیڈروں کے بیانات کو اخبارات کی زینت دیکھنے کا شوق کس کی طرف سے ظاہر کیا جاتا ہے جس میں امارت کا جھگڑا کسی طرح طے ہونے میں نہیں آرہا اور قائدین کی امانت و دیانت یا اہلیت کے بھانڈے بیچ چوراہے کے پھوڑے جارہے ہیں۔

پھر محاسبے کے ضمن میں بجا طور پر یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وزیراعظم کی طرف سے یہ اشارہ ان عناصر کی مزید حوصلہ افزائی ثابت ہوگا جو پہلے ہی اخبارات و جرائد کو سبق سکھانے کا وافر تجربہ رکھتے ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر انہیں ہاتھ دکھانے کے لئے چڑھ دوڑنے کی روایت مستحکم کرچکے ہیں۔ پہلے پریس والے حاکم سے فریاد کر کے دل کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے ' اب ان کی داد رسی کون کرے گا؟۔ اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ پریس کو اپنی نوعیت کی پہلی دھمکی دینے والے وزیراعظم نے اس منصب رفیعہ تک پہنچنے کے لئے پس پردہ دیگر قوتوں کے سہارے کے علاوہ اخبارات و جرائد کا زینہ خود اس دھڑلے سے استعمال کیا تھا کہ عقل و دانش سے پیدل حریف جماعت ' پی پی پی ہاتھ ملتی رہ گئی اور اس استعمال میں روا یا ناروا کا امتیاز بھی مٹا دیا گیا تھا' شائستگی کی حدود بھی پامال کی گئیں اور جھوٹ کی سچ میں اس مہارت سے ملاوٹ کی گئی کہ ہماری وہ "گھریلو صنعت" بھی شرم سے پانی پانی ہوگئی جس کا پورے عالم میں شہرہ ہے۔ جعل سازی اور ملاوٹ کے "قومی ماہرین" منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

یہ تنازع تو خیر موجودہ سیاسی حکومت اور اس سے اشتہارات کی شکل میں باقاعدہ تنخواہ پانے کے علاوہ غیر ملکی دوروں کے بونس وصول کرنے والے اخبارات و جرائد کے درمیان ہے اور اس کا اونٹ ایک آدھ دن میں ہی کسی نہ کسی کروٹ بیٹھ جائے گا کہ دونوں کے مفادات ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں ' پرنٹ میڈیم کے ایک شعبے یعنی انگریزی اخبارات و جرائد کی ان دست درازیوں کی طرف نہ حکومت کا دھیان جاتا ہے نہ عامتہ الناس کا جس کا نشانہ آئے دن نئے سے نئے اسلوب میں دین و مذہب اور اس کے شعائر بن رہے ہیں۔ اخبار بین طبقے کی عظیم اکثریت کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ پاکستان کی انگریزی صحافت پر سرخوں کا جزوی قبضہ تو تھا ہی' اب فرنگیت زدہ خواتین کا کامل تسلط بھی پوری آب و تاب سے قائم ہوگیا ہے۔ ان دو عناصر کے ناپاک گٹھ جوڑ سے مادر پدر آزاد صحافت کا جو رنگ منظر عام پر آرہا ہے اس کی شوخی بلکہ سوقیانہ چیرہ دستی سے اسلام کے بنیادی اصول محفوظ ہیں نہ فروعات اور یہ رنگ اسلامی جمہوری اتحاد (حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا) کی حکومت کے زمانے میں کچھ زیادہ ہی گہرا ہوگیا ہے کیونکہ اسی زمانے میں وہ نیا دور شروع ہوا جو نیو ورلڈ آرڈر کی تمہید ہے --- جیو ورلڈ آرڈر جسے سب سے زیادہ خطرہ "اسلامی بنیاد پرستی" سے ہے۔ آئی جے آئی میں جمہوریت نے تو بہت گل کھلائے ' ذرا سی اسلامیت بھی اس میں ہوتی تو حکمرانوں کی غیرت و حمیت دینی انگڑائی تو لیتی لیکن ان کے ہاں راوی چین لکھتا ہے۔ ان کا راج سنگھاسن ڈولنے لگے تو اسے سنبھالنے کے لئے لاکھ جتن کرتے ہیں' اسلام کے ساتھ مذاق ان کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں ڈالتا کیونکہ وہ امریکہ بہادر کی جناب میں عرضی گزار ہی چکے ہیں کہ "میرے اسلام کو تم قصہ ماضی سمجھو"۔

ہم اس اباحیت پسند انگریزی پریس کے عوامی محاسبے کی بات ابھی تو نہیں کرسکتے ' جب اس کا وقت آئے گا تب بات ہوگی ' فی الحال مسلمانوں جیسے نام رکھنے والے ان خواتین و حضرات سے صرف درخواست ہی کرسکتے ہیں کہ اللہ کا خوف کریں اور یہ فراموش نہ کریں کہ دنیا سے قیامت دور سہی ' دنیا کی قیامت دور نہیں۔ سانس کی نازک ڈوری ٹوٹتے ہی ہر انسان اپنی قیامت سے دو چار ہوجاتا ہے اور انہیں بھی آج نہیں تو کل ' اس مرحلے سے گزرنا ہے۔ بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔ ○○

سورۃ البقرہ

(آیات ۱۰۲-۱۰۳)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

اور وہ ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھتے پڑھاتے تھے سلیمانؑ کے عہد حکومت میں' اور سلیمانؑ نے کوئی کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں ہی نے کفر کیا' وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے'

(کہ یہود نے اللہ کی کتاب کو تو پس پشت ڈالا اور شیاطین جن کے سکھائے ہوئے سفلی علوم کے سیکھنے سکھانے میں لگ گئے۔ یہ مکروہ اور ناپاک علم انسانوں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں خبیث جنات نے سکھایا جب انسانوں اور جنوں کے درمیان ربط ضبط خاصا بڑھا ہوا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت جنات کو بھی محیط تھی ---- تاہم یہ واضح رہنا چاہیے کہ جادو' ٹونے ٹوٹکے یا اس نوع کی دیگر خرافات کو حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کرنا بہت بڑی غلطی ہے' وہ اللہ کے جلیل القدر نبی تھے' وہ ایسی لغو اور کفریہ باتوں کی تلقین کیونکر کر سکتے تھے!)

اور اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی تھی' اور وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے جب تک کہ اس کو یہ نہ کہہ دیں کہ ہم آزمائش کے لئے ہیں تو تم کفر میں نہ پڑ جانا'

(شیاطین جن کے علاوہ ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں کے ذریعے بھی یہ سفلی علوم انسانوں تک پہنچے۔ یہ دونوں فرشتے شہر بابل میں انسانوں کی آزمائش کے لئے بھیجے گئے تھے۔ وہ ہر اس شخص کو کہ جو ان سے جادو سیکھنا چاہتا تھا صاف طور پر بتا دیتے تھے کہ جادو ٹونا کرنا کفر ہے اور ہم تو تمہاری آزمائش کے لئے آئے ہیں' تم ہرگز جادو کے چکر میں مت پڑنا۔ لیکن جس طرح مکھی گندگی ہی پر بیٹھتی ہے اسی طرح یہ یہود اس کھلی وارننگ کے باوجود سفلی علوم کے سیکھنے سکھانے کے درپے ہو گئے۔ اللہ کی کتاب اور اس کی عطا کردہ شریعت کو انہوں نے درخور اعتنا نہ سمجھا اور ان ناپاک سرگرمیوں میں ملوث ہو گئے!)

پس یہ لوگ ان دونوں سے وہ علم سیکھتے جس سے شوہر اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال سکیں۔ حالانکہ یہ اس کے ذریعے سے کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں بن سکتے تھے مگر اللہ کے اذن سے'

(کالے علم کا مصرف بالعموم شوہر اور بیوی کے درمیان ناچاقی پیدا کرنا اور اہل خانہ کے مابین باہم خلفشار پیدا کر کے ہنستے بستے گھروں کو اجاڑنا اور تباہ و برباد کرنا ہی ہوتا ہے۔ اپنی جگہ یہ انتہائی ناپاک شیطانی عمل ہے لیکن اس کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ جس طرح کسی زہریلی شے کی تاثیر بھی اللہ کے اذن اور اس کی اجازت کے بغیر ظاہر نہیں ہوتی اسی طرح جادو اور کالے علم کی تاثیر کا ظہور بھی بغیر اذن رب ممکن نہیں ہے۔)

اور سیکھتے تھے وہ چیز جو ان کا نقصان کرے اور انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے حالانکہ وہ یہ بات جان چکے تھے کہ جس کسی نے اس چیز کو اختیار کیا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے' اور کیا ہی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا۔ کاش کہ وہ اس کو سمجھتے ○

(کہ یہود کی سرکشی کا عالم یہ ہے کہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ جادو ٹونا کرنا اور سفلیات میں ملوث ہونا صریح کفر ہے وہ اس شیطانی عمل میں پورے طور پر مشغول و منہمک ہو گئے اور اپنی اخروی منزل ہمیشہ کے لئے کھوٹی کر بیٹھے)

اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے پاس سے بہت بہتر بدلہ پاتے۔ کاش کہ وہ سمجھ سے کام لیتے ○

(اگر وہ ان لغویات سے کنارہ کش رہتے اور ایمان اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو یقیناً اللہ کے ہاں اجر عظیم کے مستحق ٹھہرتے' لیکن ان کی بدنصیبی کہ انہوں نے فہم و شعور کو بالائے طاق رکھا اور خواہشات و شہوات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے!)

جناب صدر! کلنک کا یہ ٹیکہ دھو ڈالئے

جناب مجددی اور قاضی صاحب کے درمیان بیانات کی جھڑپ افسوسناک ہے

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ (۲۹ر مئی) میں حالات حاضرہ پر تبصرے کی اخباری رپورٹ

لاہور:۲۹ مئی: "سندھ میں آرمی ایکشن بدترین خدشات اور بہترین توقعات کی دھوپ چھاؤں میں شروع ہوا ہے تاہم اس شبہ کا اگر شائبہ بھی پیدا ہو گیا کہ شہری اور دیہی سندھ میں کوئی امتیاز برتا جا رہا ہے تو ملک و ملت کے دشمنوں کو کھلا موقع مل جائے گا اور اس اقدام کے کوفناک نتائج نکلیں گے"۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں اپنے خطاب جمعہ کے آخری حصے میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اپنے ایک اہم ترین صوبے میں حالات کو سنبھالنے کی غرض سے فوج کی مدد حاصل کرنے والی وفاقی حکومت کی کمزوری میں اب کیا شک رہ گیا ہے جو اپنا اخلاقی' اصولی اور قانونی جواز آئی جے آئی کے ختم ہو جانے پر پہلے ہی کھو چکی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ موجودہ سیاسی قیادت کو گزشتہ انتخابات میں جو مینڈیٹ ملا وہ بھی مشکوک تھا اور دنیا بھر میں اس پر چہ میگوئیاں ہوئی ہیں۔ اب اس کا وجود صدر غلام اسحاق کی پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہے جسے وہ دھو ڈالیں اور موجودہ اسمبلیاں توڑ دیں تو ملک و قوم کے حق میں ان کی طرف سے یہ ایک بھلائی ہوگی۔ امیر تنظیم اسلامی نے یاد دلایا کہ وہ بہت دیر سے کہتے چلے آرہے ہیں کہ مارشل لاؤں نے ہماری سیاست کی گاڑی کو جس پٹڑی سے اتارا اس پر دوبارہ چڑھانے کے لئے تھوڑے تھوڑے وقفے سے کئی الیکشن کرانے ضروری ہوں گے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے افغانستان کے عبوری صدر جناب مجددی اور امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کے درمیان بیانات کی جھڑپ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جناب صبغت اللہ مجددی اگر آج یہ فرماتے ہیں کہ افغان جہاد کے پردے میں قاضی صاحب کروڑوں کھا گئے ہیں تو ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جب یہ رقوم کھائی جارہی تھیں اس وقت وہ کیوں نہ بولے۔ ظاہر ہے کہ اتنی بڑی رقم ایک دن میں تو اڑائی نہیں جا سکتی تھی اور اس کا مطلب اب یہی لیا جائے گا کہ جب سب کی پانچوں گھی میں تھیں اور سر کڑھائی میں تب کسی کو بھی دوسرے پر اعتراض کا ہوش نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ اسی طرح قاضی حسین احمد نے بھی چوبیس دن کا صدر کہہ کر جس شخص کی تحقیر کی ہے اسے وہ سالہا سال کندھوں پر اٹھا کر لئے پھرتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے حکومت پاکستان کی افغان پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں روسی افواج کی واپسی کے بعد سے ہی مجاہدین کے معاملات میں مداخلت کا سلسلہ بند کر دینا چاہئے تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے بعد سے اب تک افغانستان میں ہم نے جو کچھ کیا وہ تو ہو چکا ہے لیکن اب بہر حال بہتر یہ ہوگا کہ افغانوں کو اپنے داخلی مسائل خود حل کرنے کا موقع دیا جائے۔

امیر تنظیم اسلامی نے پورے وثوق سے یہ بات کہی کہ افغان جہاد میں خلوص و اخلاص کے ساتھ دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلمانوں نے اور خود افغانوں نے اتنی قربانیاں پیش کی ہیں اور اتنا خون دیا ہے کہ اس کے رائیگاں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے نتیجے میں خیر ضرور برآمد ہوگا لیکن اس سے پہلے افغان مجاہدین پر اس قصور کی سزا کے چند کوڑے اور پڑتے نظر آرہے ہیں جس کا ارتکاب انہوں نے جدوجہد کے دوران اتحاد و اتفاق کو گروہی مفادات پر قربان کر کے کیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں سے دعا کی درخواست کی کہ افغان بھائیوں کی سزا جلد از جلد ختم ہو جائے اور خون شہیداں کو رنگ لانے کا موقع ملے۔

پاک بھارت کشیدگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ کچھ طاقتیں اور خاص طور پر صیونیت کے عالمی منصوبہ ساز دونوں ملکوں میں بہت جلد ایک جنگ شروع کروانا چاہتے ہیں تاکہ علاقے میں کوئی بھی قوت ایسی باقی نہ رہے جو کسی وقت ان کے مفادات کو چیلنج کرنے کی پوزیشن میں ہو۔ انہوں نے کہا کہ کشمیریوں کے جہاد حریت میں بھی دہشت گردی کے عنصر کو شامل کرنے کے وہ اسرائیلی کمانڈو ذمہ دار تھے جن میں سے بعض یہاں مارے گئے اور کئی پکڑ لئے گئے تھے جن کا ذکر اخبارات میں پوری تفصیل سے آیا تھا۔ بعض عالمی قوتیں اور صیونی دماغ جو انہیں کنٹرول کر رہے تھے' اپنی اپنی جگہ دونوں ملکوں کو اتنا تنگ کردینا چاہتے ہیں کہ تنگ آمد بجنگ آمد کے تحت دونوں تصادم پر مجبور ہو جائیں جبکہ بھارت ایسے مواقع کی ہمیشہ ہی تلاش میں رہتا ہے کیونکہ اس کی سیاسی قیادت نے آج تک پاکستان کے وجود کو ذہنی طور پر قبول نہیں کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے خیال ظاہر کیا کہ جنگ نہ بھارت کے فائدے میں ہوگی نہ اس سے پاکستان کو کچھ حاصل ہو گا لہٰذا کوشش اور دعا یہی ہونی چاہئے کہ تصادم سے گریز کیا جائے۔OO

دفعہ ۱۴۷ کے تحت کارروائی فوج کے ہاتھ باندھ کر دریا میں پھینکنے اور تیرنے کا حکم دینے کے مترادف ہے

عبدالکریم عابد

سندھ آپریشن کی پشت پر اصل ارادہ ' اصل نیت کیا ہے؟

سیاسی اتفاق رائے حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی

سندھ کے امن و قانون کو خود اس کے ذمہ دار عناصر نے تباہ کیا

سندھ آپریشن 'کا شور دو ہفتے تک قومی اسمبلی' اخبارات اور غیر ملکی ذرائع ابلاغ میں رہا اور اس سارے شور و شغب میں اگر کوئی بات سمجھ میں آئی تو وہ صرف یہ تھی کہ کسی کو پتہ نہیں کہ آپریشن کب ہوگا اور کس طرح سے ہوگا۔ حکمراں جماعت کے ارکان اس سوال پر بغلیں جھانکتے رہے کہ یہ آپریشن کس قانون کے تحت کیا جائے گا۔ ہر روز کہا گیا کہ کل وزیر داخلہ ایک جامع بیان جاری کریں گے لیکن بیان ملتوی پر ملتوی ہوتا چلا گیا اور بعد از خرابی بسیار اب بتایا گیا ہے کہ آپریشن آئین کی دفعہ ۱۴۷ کے تحت ہوگا

سوال یہ ہے کہ آپریشن سے پہلے اعلیٰ سطح پر ذمہ دار حضرات نے اس معاملہ میں مشورہ اور فیصلہ کیوں نہیں کیا اور یہ کیا طریقہ ہے کہ اس قدر اہم معاملے کو پیشگی غور و فکر کے بغیر بھرے بازار اور بیچ چوراہے میں رکھ دیا گیا کہ جو چاہے اسے گیند کی طرح ادھر سے ادھر اچھالتا پھرے۔ اس سے حکومت کی نا اہلی بھی ظاہر ہوگئی اور یہ تفرقہ بھی عیاں ہوگیا کہ ارباب اقتدار یک رائے ہو کر فیصلہ نہیں کرسکتے اور آپریشن کا سوال بھی ان کے درمیان کھینچا تانی کا سبب رہا ہے۔

آپریشن کے متعلق بتایا گیا ہے کہ صوبائی حکومت نے یہ درخواست کی ہے کہ سندھ میں امن اور قانون بحال کرنے کے کام کو مرکزی حکومت کے افسران اپنے ہاتھ میں لیں اور اس مبینہ درخواست پر مرکزی حکومت نے فوج کی پانچویں کور کو یہ ذمہ داری تفویض کی ہے لیکن وزیراعلیٰ کی یہ درخواست یقیناً تحریری ہوگی کیونکہ اہم معاملے میں زبانی درخواست نہ کافی ہوتی ہے نہ قابل اعتبار سمجھی جاتی ہے 'اس لئے مناسب ہوگا کہ مرکزی حکومت صوبائی حکومت کی یہ تحریری درخواست اخبارات کو جاری کردے تاکہ لوگوں کو واقعی یقین آئے کہ صوبائی حکومت نے سچ مچ ایسی درخواست کی ہے اور معاملہ ایسا مشتبہ نہیں جیسا پیرپگارا بتاتے ہیں۔

آپریشن کے متعلق صوبائی وزیراعلیٰ' صوبائی اسمبلی اور کابینہ کے ارکان مسلسل یہ کہتے آئے ہیں کہ جو آپریشن ہوگا وہ صوبائی حکومت کے تحت ہوگا اور صوبائی انتظامیہ کی مدد کے لئے ہوگا لیکن جو اعلان جاری کیا گیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو صوبائی حکومت نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ امن اور قانون بحال نہیں رکھ سکی اور بحال کر بھی نہیں سکے گی اور اس ناکامی کے بعد اب مرکز کے افسران کو اپنے ہاتھ میں انتظام لے لینا چاہیے۔ اس طرح کی درخواست کا مطلب یہ ہے کہ صوبائی حکومت نے اپنا نکما پن تسلیم کر لیا ہے اور ایسی صورت میں اس حکومت کو برقرار رکھنے کا جواز بھی نہیں ہے۔ اس لئے یہ مطالبہ بجا ہے کہ گورنر راج لگایا جائے۔ گورنر راج لگتا ہے تو ایک مخصوص مدت کے بعد نئی اسمبلی کے لئے انتخابات بھی کرانے ہونگے۔

آئین کی دفعہ ۱۴۷ کے تحت کارروائی کو بہت سے لوگ بے کار سمجھتے ہیں۔ جنرل اسلم بیگ (ریٹائیرڈ) نے بھی خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ تو محض سایوں کا تعاقب ہوگا۔ فوجی' سیاسی اور انتظامی حلقوں میں اس مطالبہ پر زور ہے کہ آپریشن ہونا ہے تو اسے آئین کی دفعہ ۱۴۷ کے تحت ہونا چاہیے تاکہ فوج پورے اختیارات کے ساتھ آپریشن کرے اور اسے جلد از جلد نتیجہ خیز بنائے۔ ۱۴۷ کے تحت کارروائی تو فوج کے ہاتھ باندھ کر اسے دریا میں ڈالنے اور تیرنے کا حکم دینے کے مترادف ہے۔ اس دفعہ کے تحت فوج کے اختیارات عام پولیس سے زیادہ نہیں ہونگے۔ بے نظیر صاحبہ کے زمانے میں بھی صدر اسحٰق نے انہیں یہی کہا تھا اور فوج کا بھی یہی موقف تھا کہ

دفعہ ۲۴۷ کے بغیر فوج کچھ نہیں کرسکتی اس لئے اگر حکومت اس دفعہ کا اطلاق نہیں چاہتی ہے تو فوج کو علیحدہ ہی رہنے دے ۔ ویسے اس وقت پیپلزپارٹی اور ایم کیو ایم کی ایک زبردست جنگ بھی تھی اور یہ شبہ تھا کہ پیپلزپارٹی آپریشن کے نام پر ایم کیو ایم کو کچلنا چاہتی ہے ۔ اب اس کے برعکس یہ خیال کیا جارہا ہے کہ آپریشن کے نام پر پیپلزپارٹی کو کچلنا مقصود ہے ۔ اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ پیپلزپارٹی کو اعتماد میں لینے سے گریز کیا جاتا' نہ صرف یہ کہ اس طرح کا گریز صاف نظر آرہا ہے بلکہ آپریشن سے پہلے ہی پیپلزپارٹی کے تین ہزار افراد کی گرفتاری یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپریشن سیاست بازی کا نتیجہ ہے اور نیول ٹاسک فورس کے ذریعے الذوالفقار کے بھوت کو بھی اسی لئے کھڑا کیا گیا ہے ۔

ان شبہات کے ازالہ کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ سندھ آپریشن کا معاملہ حکومت' فوج اور پیپلزپارٹی تینوں مل کر طے کرتے کیونکہ ان میں سے کوئی ایک اپنی مرضی کا فیصلہ کر کے کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔ پیپلزپارٹی کے علاوہ ایم کیو ایم کو بھی اعتماد میں لینا ضروری تھا کیونکہ وہ مرکزی اور صوبائی حکومت میں حلیف جماعت کے طور پر شامل ہے اور ضمنی انتخابات نے بھی یہ ظاہر کردیا ہے کہ کراچی اور حیدرآباد کے شہری علاقوں پر ایم کیو ایم کا راج ہے ۔ اس لئے جہاں یہ بات مناسب نہیں ہے کہ فوج کو پیپلزپارٹی سے ٹکرایا جائے' وہاں یہ بھی غلط ہوگا کہ فوج اور ایم کیو ایم میں ٹکراؤ ہو ۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دہشت گردی ہماری سیاست کا جزو لازم بن گئی تھی ۔ ہر جماعت نے اپنے دہشت گرد منظم کئے۔ بیرونی دشمنوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے تخریب کار منظم کر لئے ۔ عام جرائم پیشہ افراد نے اس فضا میں مافیا بنائے جو امن و قانون کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں ۔ ان حالات کے لئے سیاستدانوں کو الزام دیا جاسکتا ہے لیکن جو بھی ہو' سیاستدان کے تعاون کے بغیر ملک میں حالات بہتر نہیں ہوسکتے اور خاص طور پر سندھ میں جہاں مسئلہ کافی الجھ گیا ہے اور بہت نازک ہے ۔

جہاں تک سندھ حکومت کے تحت مہران فورس کے استعمال کا تعلق ہے' یہ کافی عرصہ سے استعمال ہورہی ہے مگر اب تک کوئی کارگزاری نہیں دکھا سکی اور اس کی وجہ مہران فورس والے یہ بتاتے ہیں کہ نیم دلانہ اقدامات اور بے اختیار فورس سے کچھ نہیں ہوسکتا اس لئے اگر آپریشن کرنا ہے تو وہ بھرپور ہونا چاہیے ورنہ اس کا فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا اور بہت زیادہ ہوگا ۔ یہ طے ہے کہ سندھ کے حالات میں ایک سرجری کی ضرورت ہے ۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ احساس محرومی کی وجہ سے ہے اور روزگار کے فقدان کی وجہ سے ایسا ہے' وہ غلط کہتے ہیں ۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ہماری سیاسی جماعتیں' ہمارے فوجی حکمران' اور ہماری انتظامیہ سب نے اپنے اپنے اغراض کے لئے ڈاکوؤں' اغوا کرنے والوں' بم دھماکے کرنے والوں اور ایک دوسرے پر کلاشنکوف چلانے والوں کی سرپرستی کی اور انہیں تحفظ دیا ہے ۔

اس پس منظر میں ایک ایسی غیر جانبدارانہ فوجی کارروائی کی ضرورت ہے جو پورے اختیارات کے ساتھ ہو اور کسی جماعت یا کسی گروہ سے رو رعایت اور کسی مصلحت یا سفارش کو خاطر میں لائے بغیر ان عناصر کے خلاف کارروائی کرے۔ لیکن یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ سارے سیاستدان اور سارے افسر دہشت گردوں کے پشت پناہ رہے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ تر لوگ ان سے عاجز ہیں اور اب تو وہ لوگ بھی تنگ ہیں جو ان کی سرپرستی کرتے تھے۔ اس لئے یہ ناممکن بات نہیں ہے کہ آپریشن ایک عمومی اور کلی سیاسی حمایت کے ساتھ ہو لیکن اس کے لئے تمام بااثر عناصر سے بات چیت ہونی چاہیے تھی جو نہیں کی گئی اور تاثر یہ دیا گیا ہے کہ فوج حکومت کے مخالفین کے خلاف استعمال ہوگی یا جو لوگ مخالفت میں جانا چاہتے ہیں' وہ اس کی زد میں آئیں گے ۔

یہ بھی تاثر ہے کہ اصل مقصد ایک ایسا ہنگامہ اور ایسی ہائے ہو برپا کرنا ہے کہ موجودہ حکومت کو چلتا کرنے کا جواز پیدا ہوسکے۔ سندھ کی بدامنی اور لاقانونیت کا کسی احساس محرومی سے کوئی تعلق نہیں ہے' یہ نتیجہ ہے صرف اس بات کا کہ صوبے کو جمہوری طریقے پر نہیں چلایا گیا۔ جورو جبر کی حکمرانی رکھی گئی اور اس حکمرانی کو مضبوط رکھنے کے لئے سیاست اور انتظام حکومت کا رشتہ عصبیت اور اور جرائم سے جوڑ دیا گیا ۔ جنرل ضیاء کی فوجی حکومت نے تو ایسا کیا ہی تھا اور زیادہ تر انہی کا کیا دھرا ہم بھگت رہے ہیں لیکن بے نظیر صاحبہ نے بھی اپنے مختصر دور حکومت میں مجرموں کو رہا کیا' ان کے خلاف مقدمات ختم کئے اور جو مجرم بیرون ملک بھاگ گئے تھے انہیں واپس آنے کی اجازت دے دی کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مخالفین کے جرائم پیشہ عناصر کے مقابلہ کے لئے اپنے بھی جرائم پیشہ اور دہشت گرد ہونے چاہیں ۔ اس ذہنیت نے ہی سیاستدانوں کو بدراہ بنایا۔

اب سیدھا راستہ یہ ہے کہ سب توبہ کریں' اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کریں اور صدق دل کے ساتھ سندھ کو جرائم اور تخریب کی سر زمین کی بجائے قانون' امن اور اخوت کی سر زمین بنانے کے لئے کام کریں ۔ یہ کام صرف فوج نہیں کرسکتی ۔ فوج کا استعمال اسی صورت میں مفید ہوگا جب اس کی پشت پر بااثر رہنماؤں اور عوام کی حمایت ہو اور یہ حمایت اس وقت ہوسکتی ہے جب یہ یقین ہو کہ آپریشن کا مقصد سیاسی مخالفین کو مارنا نہیں ہے اور نہ یہ ایک ڈھکوسلا ہے جو موجودہ حکومت کو چلتا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے ۔

فوجی آپریشن کئی طرح کے ہوتے ہیں ۔ ایک ماضی کی سامراجی طاقتوں کے آپریشن رہے ہیں مگر اب اس طرح کے آپریشنوں کا زمانہ گزر گیا ۔ خاص طور پر وہ ممالک جو عدم استحکام کا شکار ہیں' اپنی بقاء کے لئے بیرونی انحصار رکھتے ہیں اور ملک کے اندر بھی ان کی حکومتیں اپنے ہی حریفوں اور حلیفوں سے گتھم گتھا رہتی ہیں ۔ ایسے ملکوں میں فوجی آپریشن ملک کو مزید ہلانے اور کمزور کرنے کا باعث ہو سکتے ہیں ۔ ماضی میں ہماری حکومتیں مضبوط رہی ہیں اور انہیں ایک سپرپاور امریکہ کی پوری مدد بھی حاصل تھی اس کے باوجود فوجی آپریشن جہاں بھی کیا گیا' ناکام رہا ۔

۵۰ء میں خان قیوم کے کہنے پر سرحد میں طاقت استعمال کی گئی ۔ اس سے سرخ پوشوں کی طاقت گھٹنے کی بجائے بڑھ گئی ۔ بلوچستان میں کل چار پانچ سو افراد کا مسئلہ تھا' فوج کے استعمال کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورے کے پورے قبیلے باغی ہوگئے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی طاقت کے استعمال کا نتیجہ ہم دیکھ ہی چکے ہیں اور بھگت بھی چکے ہیں ۔ خود سندھ میں ایم آر ڈی کی تحریک کو کچلنے کی کارروائیوں نے صرف ڈاکوؤں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ اس لئے اب بھی اگر سندھ آپریشن سندھ کی حقیقی نمائندہ قیادت کے بغیر یا اس کے علی

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اسے آپ خود کلامی بھی کہہ سکتے ہیں

کیا ہمارے قدم آگے بڑھ رہے ہیں؟

مومن پر تو دو دن ایک حال میں نہیں گزرتے

تنظیم و تحریک کے رفقاء و معاونین کے لئے لمحہ فکریہ

اقتدار احمد

پند و نصیحت تو میرا منصب نہیں کہ خود اس کا حاجت مند ہوں لیکن خیر خواہی کے لئے کسی پیشگی اہلیت کی شرط نہیں جو اپنے ساتھیوں کے حق میں کرتے ہوئے خود اپنے لئے بھی چاہ سکتا ہوں ۔ بنابریں یہ گفتگو جسے آپ خود کلامی یعنی Loud thinking بھی کہیں تو غلط نہیں ہوگا' صیغہ جمع متکلم میں ہوگی جو تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لئے بالخصوص اور تحریک خلافت کے معاونین کے لئے بالعموم دعوت فکر ہے ۔ اس میں انداز بیاں بھی بہت خوب نہیں ہوگا کیونکہ جذبہ نے انشا پردازی کی مدد کے بغیر قلم کو حرکت دی ہے لیکن دل سے جو بات نکلتی ہے' اثر رکھتی ہے لہٰذا عجب نہیں کہ میں خود بھی اپنے گریبان میں جھانکنے پر مجبور ہوجاؤں اور پڑھنے والوں کو بھی اس کی ضرورت محسوس ہونے لگے۔

دیکھنا یہ ہے کہ دین کے جس کام کو ہم نے فرض عین سمجھ کر اپنے ذمے لیا ہے' وہ آگے بڑھ رہا ہے یا جمود کا شکار ہو کر رہ گیا ہے یعنی جہاں تھا وہیں کا وہیں ہے' اور اگر محسوس یہ ہو کہ وہ محض اپنی سطح برقرار رکھے ہوئے ہے یعنی اوپر گیا نہ نیچے آیا تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ وہ کام ---- یعنی اقامت دین کی انقلابی جدوجہد ---- فی الحقیقت کمزور پڑتا جارہا ہے ۔ وہ پھیلا نہیں تو لازماً سکڑ رہا ہے ۔ کارخانہ قدرت میں کوئی بھی چیز ایک حال پر قائم نہیں رہتی' اس میں نمو نہیں تو اس کا بدیہی مطلب یہ ہوگا کہ زوال پذیر ہے ۔ اور یہ کائنات جس سے ہر آن دما دم صدائے کن فیکون آتی رہتی ہے' ہمارے فہم و ادراک سے بالا ہے تو آیئے اس سیارے سے شواہد تلاش کریں جو زمین کہلاتی ہے اور ہم پستی کے مکینوں کا جس پر بسیرا ہے ۔ گھاس سے لے کر درختوں تک کو دیکھ لیجئے' وہ بڑھتے ہیں یا پھر سوکھ کر رہ جاتے ہیں ۔ بچوں پر نظر ڈال لیجئے' اگر ماہ و سال کے ساتھ ساتھ ان کی ذہنی صلاحیت میں اضافہ نہیں ہوتا تو وہ ذہنی طور پر معذور یعنی Retarded سمجھے جاتے ہیں اور جسم اور اس کے اعضاء عمر کا ساتھ نہ دیں تو اپاہج ہو جاتے ہیں ۔ ہر دو صورتوں میں وہ اپنے والدین کے لئے اثاثہ بننے کے بجائے ایک ذمہ داری بن کر جیتے ہیں اور ہمیں اپنے آس پاس کسی نہ کسی گھر پر اس افتاد کا سایہ نظر آتا ہے تو دل ان والدین کی ہمدردی میں کیسے کٹتا ہے!۔

خیر جانے دیجئے' ان مثالوں کی نوعیت ذرا مختلف تھی ۔ ہم نے کام کے بارے میں بات شروع کی تھی تو پھر اس کام ہی کی مثال کیوں نہ لی جائے جسے سبھی کام کہتے اور مانتے ہیں ۔ کاروبار ہم میں سے جن کا ذریعہ معاش ہے' ان کے لئے اس سے بڑھ کر کام کوئی اور نہیں ۔ اور کاروباری آدمی کا شب و روز کا تجربہ ہے کہ اسے ایک سطح پر منجمد کرنا خواہش کے باوجود ممکن نہیں' یہ یا تو پھلے پھولے گا' بڑھے گا' اوپر جائے گا یا بیٹھنا شروع کردے گا --- بتدریج' غیر محسوس انداز میں ۔ کاروباری آدمی لاکھ سوچے کہ اس کا کاروبار جہاں پہنچ چکا ہے' وہاں اس کی ضروریات کے لئے کافی ہے اور مزید ترقی دے کر جی کا جنجال بنانا اسے منظور نہیں لیکن اس کی سوچ بس سوچ ہی رہے گی کیونکہ کاروبار اپنا رخ خود متعین کرتا ہے ۔ اسے اپنی بقاء کے لئے اوپر اٹھنا اور آگے بڑھنا ہے اور اس کے سامنے رکاوٹ کھڑی کردی جائے گی تو وہاں کھڑا نہیں رہے گا بلکہ واپسی کا سفر شروع کردے گا ۔ گویا آدمی خواہی نخواہی اپنے کاروبار سے بندھا پیچھے پیچھے گھسٹنے پر مجبور ہوتا ہے الا یہ کہ وہ کسی عظیم تر مقصد پر اسے قربان کردینے کا شعوری فیصلہ کر لے ۔ کام کے ایک جگہ رکے رہنے اور بڑھنے یا گھٹنے کے بارے میں جو کچھ ان چند سطروں میں عرض کیا گیا ہے' ہرگز لفاظی نہیں بلکہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ ہم میں سے جو کاروباری نہیں' وہ کسی کاروباری دوست سے پوچھ کر اس کی تصدیق کرسکتے ہیں اور میرا تو یہ ذاتی تجربہ ہے ۔

اقامت دین کی انقلابی جدوجہد کے جس کام کے لئے ہم نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی ہے' وہ بھی ایک کاروبار ہی تو ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس سے ہم توشہ آخرت کمانے کی امید رکھتے ہیں جبکہ دنیاوی کاروبار سے مقصود چند روزہ زندگی کی ضروریات' سہولتیں یا ان سے بڑھ کر آسائشیں ہوتی ہیں ۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کاروبار کی حالت کا ہم کبھی اس انداز میں جائزہ لیتے بھی ہیں یا نہیں جس طرح کاروبار دنیا پر نظر رکھتے ہیں ۔ اگر جائزہ ہی نہیں لیتے تو قصہ کوتاہ ہوگیا یعنی اسے ہم نے اپنا کام سمجھا ہی نہیں' کچھ فارغ وقت کا مصرف بنا یا ہے --- بیکار مباش کچھ

کیا کرو یا پھر ایک مشغلے یعنی Hobby کے طور پر اختیار کیا ہے کہ اپنے اصل کام یعنی فکر معاش سے ذرا فرصت ہو تو یکسانیت کی بوریت سے بچنے اور گویا منہ کا ذائقہ بدلنے کو اس میں بھی کچھ وقت لگا لیا -- ہاں شعوری طور پر اسے بھی کام سمجھ کر اپنایا ہے تو پھر بات طول کھینچے گی ۔ ہمیں اپنے رویہ اور طرز عمل کا تجزیہ کرنا پڑے گا ۔

کارو بار دنیا ' روز گار ' ملازمت اور فکر معاش ہماری زندگی کے ساتھ اسی طرح جڑا ہوا ہے جیسے جسم کے ساتھ جان ۔ موت سے پہلے آدمی اس سے نجات پائے کیوں ۔ اللہ کے رازق ہونے پر حق الیقین ہو تو البتہ توکل کی دولت نصیب ہوجاتی ہے جس سے یہ مسئلہ بڑی حد تک حل ہوجاتا ہے لیکن وہ عزیمت کا درجہ ہے اور ہم میں سے ہر شخص اس کی آرزو تو ضرور رکھے ' اس مقام پر فائز ہوجانا دین کا کام جاری رکھنے کے لئے شرط لازم کی حیثیت نہیں رکھتا ۔ جس اللہ نے ہمیں پیدا کیا ' اسے یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ اس نے ہمیں کن حالات میں ' کیا صلاحیت دے کر اور عزم و ارادے کی کتنی قوت الاٹ کر کے بھیجا ہے ۔ وہ عادل ہم سے پرسش بھی اسے ملحوظ رکھ کر ہی کرے گا ۔ عزیمت کی راہ کو اختیار کر کے اگر ہم چلتے ہوئے لڑکھڑاتے ہیں تو ہمارے خالق کو خبر ہے کہ میں نے اپنے ان بندوں کی ٹانگوں کو اتنی ہی قوت دی تھی لہذا اگر ہم گرتے پڑتے چلنے کی کوشش ہی کرتے رہیں تو اس کی جناب سے اپنی اس کوشش کا اجر ضرور پالیں گے ۔ سو اگر ہم کاروبار دنیا اور معاش کے لئے بھاگ دوڑ کو دین کے کام کے ساتھ متوازی لے کر بھی چل سکیں تو بات بن جائے گی ۔ دونوں کی یکساں اہمیت ہوجائے تب بھی ہم کمزور لوگوں کو کم سے کم معافی تو ضرور ہی مل جائے گی اور دین کا کام بھی زور و شور سے نہیں تو ایک تدریج کے ساتھ ضرور بڑھے گا ' جمود کا شکار نہ ہوگا ۔

اب اگر دیانتدارانہ جائزے سے ہم پر یہ انکشاف ہو کہ ہماری تنظیم کا ' ہماری تحریک کا کام ایک جگہ آکر رک سا گیا ہے ' آگے نہیں بڑھ رہا تو اس تشخیص کے لئے کسی حکیم ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ' ہم خود یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ہم نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اسے پیٹھ دکھا دی ہے ۔ جس بھاری پتھر کو کمر پر لادنے کی ہامی بھری تھی ' اسے چوم کر چھوڑ دیا ہے اور اب ہفتے کے ہفتے اسے محض چومنے کے لئے کسی اجتماع میں شریک ہوجاتے ہیں ۔ لیکن یہ حجراسود تو نہیں کہ محض بوسہ لینے سے ثواب ملتا ہو ' اس بوجھ کو تو اٹھا کر چلنا تھا اور چلتے رہنا تھا ' چاہے کمر دوہری ہوجاتی جبکہ ہمارا اپنا حال واقعتہ یہ ہے کہ زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد ' تو ہماری تحریک قلانچیں کیسے بھر سکتی ہے ' وہ بھی تو منجمد ہو کر رہ جائے گی ۔ تنظیم اور تحریک کے اپنے تو پاؤں نہیں کہ آگے سے آگے چلتی چلی جائے ' اسے ہم چلائیں گے تو چلے گی ۔ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ' ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا ۔ اور ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارا ہے تو سبھی کو اپنی اپنی حیثیت ' اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق چمکتے رہنا ہوگا ۔ سبھی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی ۔ ہم میں سے ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ مینارۂ نور بننا ہوگا ۔

آپس کی بات ہے ' ایک معاملہ تو ہم میں سے ان دوستوں کا ہے جن کے مزاج میں ہی اللہ نے لا ابالی پن اور بے نیازی کا سامادہ رکھ دیا ہے ۔ وہ اپنی کار گزاری سے زیادہ تکیہ حالات و واقعات کے فطری نتائج پر رکھتے ہیں ' "اللہ لوک" قسم کے آدمی ہیں اور دنیا بنانے اور کمانے کے معاملے میں بھی ان کا یہی رویہ ہے ' چلن کچھ اسی طرح کا ہے ۔ وہ دین کے کام میں بھی زیادہ سرگرمی نہیں دکھاتے اور کسی لطیفہ غیبی کے منتظر رہتے ہیں تو یہ ان کی افتاد طبع کا تقاضا ہے ' لیکن ان ساتھیوں کا معاملہ مختلف ہوگا جو کاروبار دنیا ' ملازمت اور پیشہ ورانہ اہلیت میں تو چوکڑیاں بھر رہے ہیں یا دن دونی رات چوگنی ترقی اگر نہیں بھی کر رہے تو کچھ نہ کچھ آگے ضرور بڑھتے ہیں البتہ دین کے کام کا کوئی مطالبہ سامنے آئے تو ہاتھ پیر جواب دینے لگتے ہیں ' معلوم ہوتا ہے کہ ہمت دم توڑنے پر آگئی ہے یا وہ سب مجبوریاں اور معذوریاں آڑے آنے لگی ہیں جنہیں اپنا اور اپنے بال بچوں کے پیٹ کا جہنم بھرنے کے لئے ایندھن جمع کرنے کی مشقت کے دوران نظر انداز کیا گیا تھا ۔ اب جی چاہتا ہے کہ اس طرف کے مطالبات کم سے کم رہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ تو ہم پہلے ہی دوسری طرف کھپائے بیٹھے ہیں ۔ ہم میں سے جس جس کا شمار موخر الذکر لوگوں میں ہوتا ہے ' اسے اپنی تحلیل نفسی خود ہی کرنی چاہیے اور اپنے نفس میں پائی جانے والی پیچیدگیوں کو کھولنے کے لئے اس کتاب ہدائت کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو ہر اس تصور کو آئینہ دکھاتی ہے جو ہوس نے چھپ چھپ کر سینے میں بنائی ہو ۔ ہمیں اگر قرآن کے مطالعہ کو اپنے روزانہ معمولات کا حصہ بنانے کی ہدائت کی جاتی ہے تو اس کا مقصد یہی تو ہے ۔

ہم نے جس تحریک کا حصہ بننے اور جس قافلے میں شرکت کا شعوری فیصلہ کیا تھا ' اس کا معاملہ تو خاصا سادہ ہے ۔ وہ اپنے مقصد یعنی غلبہ دین کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے یعنی منزل کو پالے تو سبحان اللہ ' یہی مطلوب تھا ورنہ اس کے لئے یہی بہت ہے کہ اس راستے کے نشانات راہ کو ہی تازہ کردے جو مرور ایام سے دھندلا گئے ہیں تاکہ بعد میں آنے والوں کو اتنی سہولت تو ہوجائے کہ وقت اور توانائیوں کا بڑا حصہ جھاڑ جھنکار کو صاف کر کے انہیں برآمد کرنے میں نہ لگانا پڑے ۔ پھر تحریکوں کی زندگی میں بھی ایک طلسماتی عنصر شامل ہوتا ہے ' خاص طور پر احیائے دین کی تحریکوں میں ۔ ان میں ایک تسلسل ہوتا ہے ' ان پر موت وارد نہیں ہوتی اور ہوتی بھی ہے تو بانداز دگر یعنی زندگی نام ہے مرمر کے جئے جانے کا ۔ یہ کبھی لمبی تان کر سو بھی جاتی ہیں تو کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ انہیں جگانے آجاتا ہے ' ہلا جلا کر رواں دواں نہ کرسکے تو اٹھا کر بٹھا ضرور دیتا ہے ۔ برعکس اس کے ہماری ' آپ کی اور میری حیات مستعار بس یہی ہے جو چار دن کی ہم مانگ کر لائے ہیں ۔ جو کھونا ہے جو پانا ہے ' انہی چار دنوں میں اور یہ مہلت بھی بس اچانک ختم ہوجاتی ہے ۔ ہم لاکھ منصوبے بناتے رہیں ' ارادے باندھتے رہیں کہ بس فلاں کام سے فارغ ہولیں تو دل و جان سے اپنی دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں جت جائیں گے ۔ فلاں بگڑی بن جائے تو کسی اور خواہش کو نہاں خانہ دل میں گھر بنانے کی اجازت نہ دیں گے لیکن مشکل یہ ہے کہ کار زمانہ جتنا جتنا بنتا جائے ' بگڑتا جائے ۔ اسی ادھیڑبن میں ہم وقت گزارتے چلے جاتے ہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ وقت ہمیں گزار دیتا ہے ۔ غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی ۔

سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ ہم نے بیٹھے بٹھائے اپنے آپ کو مقصدیت کا روگ کیوں لگا لیا ۔ ہمارے کتنے ہی بھائی بند بے مقصدیت کے صحرائے تیہ میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور اسے "پکنک" سمجھے ہوئے تفریح کا ذریعہ بناتے ہیں ۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اقامت دین پہلے اور اب

گذشتہ سے پیوستہ

دین کی طرف بلانے والی کوئی تنظیم اب "الجماعت" نہیں ہے

دینی جماعتوں کے مابین مجادلہ ' مناظرہ یا لڑائی جھگڑا سخت ضرر رساں ہے

ڈاکٹر اسرار احمد کے خطاب جمعہ (۱۵ر مئی) کے اصل موضوع کی اختتامی باتیں

آخری ہدایت اس سلسلے میں یہ دی گئی کہ "قل امنت بما انزل اللہ من کتٰب و امرت لا عدل بینکم" اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈنکے کی چوٹ کہہ دیجئے کہ میرا ایمان تو اس کتاب پر ہے جو اللہ نے نازل فرمائی اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے مابین عدل قائم کروں ۔ اس میں در حقیقت دو اہم نقطے ہیں ۔ یہی الفاظ آگے بھی آئیں گے ۔ "اللہ الذی انزل الکتب و المیزان" کتاب اور میزان اللہ نے نازل فرمائی۔ اسی طرح یہ الفاظ سورۃ الحدید میں آئے ہیں "وانزلنا معھم الکتٰب و المیزان "ہم نے کتاب بھی اتاری اور میزان بھی اتاری۔

اقامت دین کا ہدف: عادلانہ نظام

اقامت دین کی جدوجہد کے یہ دو بنیادی اصول ہیں ۔ اس میں ساری توجہ کتاب یعنی قرآن پر مرکوز رہے گی ' دعوت قرآن کے ذریعے ' انذار و تبشیر بھی قرآن کے ذریعے اور تذکیر' وعظ' نصیحت اور تزکیہ سب قرآن کے ذریعے۔ اسی طرح تعلیم و حکمت بھی قرآن کے ذریعے ہو اور پھر دعوت اور تحریک کا مرکز و محور یعنی (AXIS) بھی قرآن ہو اور اس کا ہدف " لا عدل بینکم " ہو یعنی نظام عدل اجتماعی کا قیام ۔ اس کو سورۂ حدید میں یوں فرمایا گیا کہ " لیقوم الناس بالقسط" یعنی تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں ۔

دین اصل میں عادلانہ نظام ہی کا نام ہے ' یہ نظام اللہ کا دیا ہوا ہے اور اس کی کسی سے رشتہ داری نہیں۔ چنانچہ یہ نہیں کہ اللہ مردوں کو زیادہ دے اور عورتوں کو کم ۔ اللہ نے عورت کو عورت بنایا' مرد کو مرد اور جس کے لئے جو مناسب ہیں وہی فرائض اس کو تفویض کئے ۔ اسی طرح جس کو جو حقوق ہونے چاہئیں ' وہی اس کے لئے مقرر کئے ۔ اللہ تعالیٰ سرمایہ داروں کا ساتھی اور مزدوروں کا مخالف نہیں تو مزدوروں کا ساتھی اور سرمایہ داروں کا مخالف بھی نہیں دونوں کے لئے عادلانہ نظام دیا گیا ۔ کسی معاشرے میں جو بھی طبقات ہوسکتے ہیں ' ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے حقوق و فرائض کا ایک انتہائی معتدل نظام مقرر فرما دیا پھر اسے قائم کرنا اور یہ میزان عدل نصب کرنا یعنی دین کو قائم کرنا اللہ کے رسولؐ کے ذمہ لگا دیا گیا۔ فرمایا گیا کہ اے نبیؐ! آپ بتا دیں کہ میں صرف واعظ نہیں ہوں بلکہ عدل قائم کرنے آیا ہوں ۔ "وامرت لاعدل بینکم"

اقامت دین کا لائحہ عمل

اب اس مقام تک اس آیت کے پانچ جملے ہو گئے ۔ پہلے جملے میں اقامت دین کے لئے دعوت ہے ' دوسرے جملے میں حکم ہے کہ اس پر جمے رہو ' یہ نہ دیکھو کون راضی ہے کون ناراض۔ لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو ' ان کو راضی کرنے کی خواہش نہ رکھو۔ اس کے بعد یہ کہ پوری دعوت کا مرکز و محور قرآن ہونا چاہیے اور تمہاری جدوجہد کا ہدف اقامت دین یعنی عادلانہ نظام کا قیام ہو۔ اب آخری ٹکڑے میں واضح کیا گیا کہ جو دوسرے مذہبی گروہ ہیں ' ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیے ۔ آیت کے الفاظ حقیقت میں بہ تمام و کمال موجودہ حالات پر منطبق ہوتے ہیں ۔

فتنے کیسے اٹھتے ہیں

ہمارے ملک کے دینی کام کرنے والے لوگوں نے مسلمانوں میں کام کرنے کے لئے جماعتوں کی تشکیل کی ہے ' ہم نے بھی تنظیم اسلامی قائم کی لیکن ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ جو تنظیم میں ہے وہ مسلمان ہے اور جو تنظیم سے باہر ہے وہ کافر۔ جو لوگ اس انتہا پسندی کو پہنچ جاتے ہیں ' وہ بہت بڑے فتنے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں ۔ اس وقت ہمارے ملک میں کئی فتنے بالفعل موجود ہیں لیکن ابھی چھوٹے ہیں اس لئے زیادہ نمایاں نہیں ہوئے ۔ دو فتنے تو بڑے اعلیٰ و ارفع ناموں کے ساتھ سامنے آئے ہیں ۔ ایک جماعت المسلمین کے نام سے اس موقف کے ساتھ سامنے آیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو حنفی شافعی یا اہل حدیث کہے ' وہ مشرک اور کافر ہے ۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی ' اس کو سلام نہیں کیا جاسکتا۔ جو جماعت مسلمین میں ہے اور ان کے امام کو مانتا ہے ' صرف وہی مسلمان ہے باقی سب کا فر---- انا للہ و انا الیہ راجعون!۔

اسی طرح ایک جماعت "حزب اللہ" کے نام سے قائم ہوئی ۔ سوئے اتفاق سے دونوں کے قائم کرنے والے مسعود نامی ہیں ۔ "حزب اللہ" کی بنیاد رکھنے والے مسعود الدین حسن عثمانی ڈاکٹر تھے ' اب فوت ہوگئے ہیں اور مسعود احمد ایم ایس سی جو جماعت المسلمین کے قائم کرنے والے ہیں ' ابھی ہمارے درمیان موجود ہیں ۔ ڈاکٹر مسعود الدین حسن عثمانی نے سب کو مشرک قرار دے دیا '

"حضرت شاہ ولی اللہؒ" سمیت سب مشرک بنا دیے گئے یہاں تک کہ امام احمد ابن حنبلؒ بھی مشرک قرار پائے۔ انہوں نے گویا کفر کا فتویٰ دینے کا پرنٹنگ ہاؤس کھولا ہوا تھا جس سے مولانا اشرف علی تھانویؒ کو تو سب سے بڑا مشرک قرار دیا گیا ۔ جن لوگوں کو مشرک قرار دے دیا جائے ' ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ آپ کے تعلقات کی نوعیت بالکل مختلف ہوگی اور ان سے بالکل کٹ جانا لازم آئے گا۔ میں نے مثال کے طور پر ان دو جماعتوں کے بارے میں بتایا کہ یہ احساس نہ ہو کہ یہ صرف نظری باتیں ہیں ورنہ اس وقت میں ان جماعتوں کے بارے میں بات کررہا ہوں جو اس حد تک نہیں پہنچیں ۔ دینی کام کرنے والی سب جماعتوں اور جمعیتوں میں سے ہر ایک کو سمجھنا چاہیے کہ ہم مسلمانوں ہی کی ایک جماعت ہیں اور ہمارے علاوہ جو دینی جماعتیں ہیں ' وہ بھی مسلمانوں ہی کی جماعتیں ہیں ۔

دینی جماعتوں کا باہمی تعلق

اب سوال یہ ہے کہ اقامت دین کا کام کرنے والی جماعت کا دوسری دینی جماعتوں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے؟۔ ظاہر ہے کہ آپ کا جو طریقہ ہے آپ کو تو اس پر کام کرنا ہے لیکن دوسروں سے آپ کا تعلق کس بنیاد پر ہوگا۔ اس سلسلے میں پہلی بات یہ فرمائی گئی کہ " اللہ ربنا و ربکم" بھئی ' تمہارا رب بھی اللہ اور ہمارا رب بھی اللہ ہے ' دونوں اللہ کے ماننے والے ہیں تو اب جھگڑا کا ہے کا!۔ پھر فرمایا " لنا اعمالنا ولکم اعمالکم" ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں ' تمہارے لئے تمہارے اعمال ۔ ہمارے اعمال اگر غلط ہیں تو ان کا وبال تم پر نہیں آئے گا یا تمہارے اعمال صحیح ہیں تو ان کا اجر و ثواب ہمیں نہیں ملے گا چنانچہ گھبرانے اور لڑنے بھڑنے کی کیا ضرورت ہے ' خواہ مخواہ کا تصادم کس لئے !۔ جو محنت آپ کررہے ہیں وہ صحیح ہے تو آپ اجر و ثواب پائیں گے اور جو ہم کررہے ہیں وہ صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے اس کا اجر ہمیں ملے گا۔ لیکن نیک نیتی سے غلطی ہوگئی تو اللہ ہمیں معاف فرمادے گا اور آپ بھی اگر کوئی غلطی بدنیتی سے کررہے ہیں تب ہی پکڑے جائیں گے۔

یہ انداز اختیار کیا جانا چاہیے اور اس میں جھگڑے ' اختلاف اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے سے پرہیز ہونا چاہیے ۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت میں فرمایا گیا "لاحجتہ بیننا و بینکم" یعنی ہمارے مابین کسی قسم کی حجت بازی ضروری نہیں ' خوامخواہ کا مجادلہ و مناظرہ لاحاصل ہے ۔ آپ کو جو طریقہ سمجھ میں آتا ہے اس کے مطابق آپ کام کرتے رہیں اور دوسروں نے جو طریقہ بہتر سمجھا ' اس پر انہیں چلنے دیں ۔ ہم نے یہی انداز اپنایا ہے تاہم ہمیں جو طریقہ صحیح لگتا ہے اس کی طرف ہم دوسری دینی جماعتوں کو دعوت ضرور دیں گے ۔ دعوت دینا ایک بات لیکن کسی کی تکفیر کرنا اور بالکل نفی تک پہنچ جانا ایک بالکل دوسری بات ہوجائے گی ۔ جیسے دشمنی مریض سے نہیں بلکہ مرض سے ہونی چاہیے جس کا مطلب یہ ہے کہ مریض سے ہمدردی ہوگی اور مرض کے خلاف لڑائی کی جائے گی۔ اسی طرح کسی بھی غلط طریق کار سے تو لڑائی ہوگی لیکن اسے اختیار کرنے والے لوگوں سے لڑائی نہیں ہوگی بلکہ کوشش یہ ہوگی کہ وہ بھی سمجھ جائیں کہ غلطی ہو رہی ہے ۔ اور یہ عمل دو طرفہ ہوگا' اگر ہم سمجھتے ہیں کہ آپ غلطی کررہے ہیں تو آپ کو سمجھائیں گے اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں تو آپ ہمیں سمجھائیں۔ اس سے بڑھ کر مجادلہ ' مناظرہ یا لڑائی جھگڑا جائز نہیں۔

آخر تو سب کو جمع ہونا ہے

اس سلسلے میں آخری بات یہ فرمائی گئی کہ "اللہ یجمع بیننا و بینکم و الیہ المصیر" یعنی اللہ ہی ہمیں جمع کردے گا' ہمارے مابین جمعیت پیدا کردے گا۔ اس آیت کے تیسرے حصے میں پانچ جملے آئے ہیں جس سے اس میں کل دس جملے ہوگئے۔ آخری جملے میں فرمایا کہ اللہ ہمیں جمع کردے گا یعنی اگر آپ بھی نیک نیتی سے کام کررہے ہیں اور ہم بھی نیک نیتی سے کام کررہے ہیں اور ہمارا اختلاف نیک نیتی پر مبنی ہے تو آگے چل کر ہم جمع ہوجائیں گے ۔ ہم پر ہماری غلطی واضح ہوجائے یا آپ پر آپ کی غلطی واضح ہوجائے بشرطیکہ وہ نیک نیتی سے تھی تو ہمیں جمع ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی ۔ فی الحال جو آپ صحیح سمجھ رہے ہیں ' اسی پر عمل کریں اور جو کچھ ہم صحیح سمجھ رہے ہیں ' اس پر ہم عمل کریں گے ۔ خلوص اور اخلاص ہے تو یہ جدائی اور علیحدگی زیادہ دیر تک نہیں رہے گی لیکن اگر ضدم ضدا ہے تو ظاہر ہے کہ پھر تو جدائی ہی جدائی ہے ۔ اگر "بغیا بینھم" نہیں تو پھر امید ہے کہ اللہ ہمیں جمع کردے گا اور اگر یہ نہیں تو " الیہ المصیر" لوٹنا تو اسی کی طرف ہے نا!۔

ایک دن تو ہم ایک ہی مقام پر اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے بلکہ ساری نوع انسانی قطاریں باندھے کھڑی ہوگی اور پتہ چل جائے گا کون حق پر تھا کون باطل پر۔ اس وقت جھگڑے کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ۔ صحیح کون تھا غلط کون' سب اس وقت کھل جائے گا۔ آپ غور فرمائیں جس شخص کا آخرت پر یقین نہیں ' واقعہ یہ ہے کہ اس کا حوصلہ بہت کم ہونا چاہیے ۔ وہ تو سوچے گا کہ جس نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے ' اس سے ابھی معاملہ چکانا ہوگا اس لئے کہ کوئی اور جگہ تو ہے نہیں جہاں فیصلہ ہو۔ لیکن جس کا یقین آخرت پر ہو ' اس کا حوصلہ بہت بلند ہوگا ۔ وہ سوچے گا کہ آج اس نے مجھ پر زیادتی کر لی ہے تو کوئی بات نہیں ' آخر کہاں جائے گا ' اسی عدالت میں پہنچے گا ۔ بھاگ کر تو کہیں جا نہیں سکتا اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ کسی نے آپ کا مال مار لیا ہے تو کوشش کیجئے کہ دنیا میں ہی معاملہ نپٹ جائے کیونکہ یہ بھی اس کے ساتھ خیر خواہی ہے کہ بد بخت کہیں آخرت میں نہ پکڑا جائے ۔ اس کی خیر خواہی میں اسے سمجھائیے کہ بھئی تم غلط کررہے ہو ' دیکھو میرا حق نہ مارو ۔ لیکن فرض کیجئے کہ وہ نہیں مانتا تو آپ کو پیچ و تاب کھانے کی ضرورت نہیں ۔ بندہ مومن کو بہت تشویش کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے ۔ اس کی سوچ تو یہ ہوگی کہ یہاں اس نے میرے جو دو لاکھ روپے مارے ہیں وہ وہاں مل جائیں تو بڑے فائدے کا سودا ہوگا کیونکہ وہاں اس کی قیمت دو کروڑ سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے ۔ ممکن ہے کسی کی قسمت ترازو میں لٹکی ہو کہ ذرا سا ادھر ہو تو نہ جانے کتنی بڑی قیامت آجائے گی کہ معلوم ہو کہ کسی نے اس کا حق مارا تھا ۔ چنانچہ کہا جائے کہ لو بھئی ' اتنا اور اس کی نیکیوں کے پلڑے میں ڈال دو اور اگر اس کی وجہ سے بیڑا پار ہوگیا تو کتنی بڑی خوش قسمتی شمار ہوگی ۔ اس اعتبار سے ایمان بالآخرۃ کی بنیاد پر بہت بڑا دل اور بڑا ہی بلند حوصلہ پیدا ہوتا ہے ۔ ان تین آیات کے حوالے سے ہم متعین کریں گے کہ موجودہ حالات کے پس منظر میں ایک وسیع افق پر ہمارا طرز عمل کیا ہونا چاہیے ۔ ○○

امر بالمعروف کو اولیت حاصل تھی جس کا آئین پاکستان اور حالیہ شریعت ایکٹ میں کوئی اہتمام نہیں

نفاذ اسلام کے ریاستی تقاضے

سید معین الدین ۔ ایڈووکیٹ

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اسلامی ریاست کا تشخص دینے کے لئے آئین میں ایک ترمیم ضروری ہے

پاکستان میں اسلام کا عملی نفاذ کسی قانون سازی کا محتاج نہیں مسلمان اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتا ہے ۔ یہ ہماری کوتاہی اور جذبہ مسلمانی کی کمی ہے کہ ہم اسلامی عمل و کردار کا نمونہ اور مثال نظر نہیں آتے ۔ اسی طرح پاکستان ایک اسلامی ریاست ہونے کی داعی ہونے کے باوجود اگر معناً اور اصلاً اسلامی تشخص کی حامل ریاست نظر نہیں آتی تو ریاست کے غیر مرئی تشخص کو چھوڑ کر حکومت پاکستان اپنے تمام عوامل و عمال سمیت اور مسلمانان پاکستان اپنی اجتماعی حیثیت میں اس کے لئے جواب دہ ہیں ۔ جس کی پاداش میں ہم کسی وقت بھی اللہ کی "بطش شدید" کی گرفت میں آسکتے ہیں ۔ اس کی رحمت نے ڈھیل دے رکھی ہے ۔ لہٰذا اس غفلت کو دراز تر کرتے چلے جانا ضلالت و گمراہی پر اصرار کے مترادف ہے۔

مسلمانان پاکستان کو ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل میں کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ۔ ہر مسلمان اپنی زندگی اور زندگانی کو اسلامی اوامرو نواہی پر عمل پیرا رہنے اور قرآن و سنت کے واضح احکامات و ہدایات کے مطابق اپنی زندگی ڈھالنے کا پابند ہے ۔ یہ فرض اور پابندی کسی قانون ساز ادارے کی قانون سازی پر منحصر نہیں ہے ۔ بلکہ یہ ہر مسلمان کا اپنا ایمانی فرض ہے جس کے بغیر فلاح اخروی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری طرف پاکستان اپنی نوعیت تشکیل اور آئین و دستور کے مطابق ایک اسلامی تشخص کی حامل اسلامی ریاست ہے ۔ لہٰذا ریاست کے اپنے تشخص سے ہم آہنگی و ہم رنگی کے تقاضوں سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ریاست اپنی تمام ریاستی مشینری کو اس منزل کے حصول کے لئے وقف اور روبہ کار لانے کے لئے ہمہ تن مصروف ہوجائے جو بظاہر نظر نہیں آتا۔

بہرکیف اس جہت میں پہلا قدم آئینی و قانونی راہ ہموار کرنا ہے ۔ ہر مسلمان اپنی انفرادی حیثیت میں اسلام کا پابند ہونے کا کسی قانونی جبرو اکراہ کے بغیر مکلف ہے ۔ لیکن ریاست اپنی ریاستی حیثیت میں اپنے اسلامی تشخص کی شکل پذیری کے لئے قانون سازی پر مجبور ہے ۔ ریاستی مشینری کے کل پرزے قانونی جبر و اکراہ کے بغیر قرآن و سنت کے اوامر و نواہی کے پابند نہیں بنائے جاسکتے۔ ہماری ریاستی مشینری اور خصوصی طور پر ہماری انتظامیہ اور عمال حکومت مادر پدر آزاد ہیں ۔ انہیں قرآن و سنت کے احکامات کا پابند اور مکلف بنانے کا عمل آئینی و دستوری اہتمام کئے بغیر ممکن ہی نہیں ۔ پاکستان میں آج تک نفاذ اسلام کے لئے صرف عام مسلمانوں سے ہی تقاضا کیا جاتا ہے ۔ ریاستی شعبوں میں سے صرف قانون ساز اداروں کو وہ بھی صرف منفی انداز میں نہی عن المنکر کا پابند کیا گیا ہے یعنی کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بن سکتا اور اگر ایسا کوئی قانون ضابطہ یا طریق کار قرآن و سنت کے خلاف نظر آئے تو ہماری عدلیہ اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے اور عدلیہ کا اختیار بھی اسی حد تک ہے۔ مزید یہ کہ انتظامیہ اس عدالتی فیصلہ کو حیلوں بہانوں سے غیر موثر اور بے اثر بنائے رکھ سکتی ہے ۔ امر بالمعروف کا اہتمام ریاستی مشینری کی حد تک سرے سے ہے ہی نہیں۔ عمال حکومت اور ریاستی مشینری امر بالمعروف کی اصلاً مکلف و پابند نہیں کی گئی ۔ یہی وہ نکتہ ہے جو ہمارے علمائے کرام سے بھی مخفی ہے ۔ یا انہیں اس کا شعوری ادراک نہیں اور ان میں اپنی اس غفلت و کوتاہی کے تباہ کن نتائج کا احساس ہی ناپید ہے ۔ پاکستان میں جب تک ریاستی مشینری کو امر بالمعروف کا پابند نہیں کیا جاتا اور خصوصی طور پر سرکاری انتظامیہ اور اس کے تمام ذیلی اداروں اور شعبہ جات کو امر بالعروف اور نہی عن المنکر کا پابند نہیں کیا جاتا۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کا عمل پایہ تکمیل کو کبھی نہ پہنچ سکے گا۔ امر بالمعروف کو اولیت کا مقام دئے بغیر نفاذ اسلام کی کوشش ایک بے روح اور بے مقصد جدوجہد تو ہوسکتی ہے حصول مقصد کی سچی لگن نہیں کہلا سکتی اور نہ ہی اس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے جیسا کہ آج تک کے متعدد آئینوں میں نفاذ اسلام کی مشقوں کی موجودگی کے باوجود نفاذ اسلام ابھی تک وعدۂ فردا سے آگے نہ بڑھ سکا ہے۔

علمائے کرام کا دائرہ کار مذہب اور مسلک ہے ۔ یہ حضرات اپنے اپنے مسالک کے تحت مذہبی مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے ان کا حل پیش کرتے ہیں ۔ علمائے کرام ہر مسئلہ کا حل خالص اپنے عقیدہ کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں ۔ جو انکا فرقہ ورانہ مسلکی حل تو ہو سکتا ہے دینی حل نہیں ہوتا لہٰذا اس حل پر اجماع نہیں ہو پاتا۔ مزید یہ کہ علمائے کرام دین کی بجائے اپنے مسلک اور فروعات پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں ۔ علمائے کرام

کے ترتیب دادہ شریعت ایکٹ میں بھی الفاظ و اصطلاحات کے اہتمام کا تو بہت خیال رکھا گیا تھا بلکہ سارا زور قانون سازی صرف اصطلاحات تک ہی محدود رہا تھا شریعت کے عملی نفاذ کا کوئی اہتمام نہیں تھا ۔ موجودہ شریعت ایکٹ میں بھی دفعہ تین کے تحت شریعہ کے بالا دست قانون ہونے کا اعلان تو کیا گیا ہے لیکن اسی دفعہ میں مروجہ سیاسی سسٹم اور موجودہ انداز و طریق حکومت کو شریعت کی بالادستی کے اطلاق سے استثناء کردیا گیا ہے یعنی ایک ہی دفعہ میں شریعت کی بالادستی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے اور ساتھ ہی شریعت کی بالادستی کی نفی بھی کردی گئی ہے عوض معاوضہ گلہ نہ دارد ۔ نافذ شدہ شریعت ایکٹ مجریہ ۱۹۹۱ء کی دفعہ ۲۱ میں پارلیمینٹ اور صوبائی اسمبلیوں کی قانون سازی کے اختیارات کو شریعت ایکٹ کی پابندی سے آزاد کردیا گیا ہے ۔ مرکزی اور صوبائی اسمبلیاں دستور پاکستان کے تحت اپنے قانون سازی کے آئینی اختیارات بدستور استعمال کرتی رہیں گی اور ان پر شریعت ایکٹ کی پابندی کا اطلاق نہیں ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں موجودہ شریعت ایکٹ اس قسم کی متضاد اور متصادم شقوں کا مجموعہ ہے ۔ ان کے ہوتے ہوئے شریعت اسلامی کا نفاذ کیسے ممکن ہوسکتا ہے ۔ اور نافذین شریعت اور ارکان پارلیمینٹ کی نیک نیتی کا کیسے یقین آسکتا ہے ۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ اولیت امر بالمعروف کو حاصل ہے جس کا آئین پاکستان اور شریعت ایکٹ مجریہ ۱۹۹۱ء میں کوئی اہتمام ہی نہیں کیا گیا ہے۔ قانون سازی کا معروف طریق کار بھی یہ ہے کہ امر بالمعروف کی پابندی کا خصوصی اہتمام قانون کے بنیادی مقصد کے طور پر کیا جاتا ہے اور یہی قانون سازی کا اولین مطلب و مقصود ہوتا ہے یعنی پہلے DOS اور پھر DONTS کا اہتمام کیا جاتا ہے ۔ یہی طریق کار سیکولر قانون سازی میں بھی صدیوں سے رائج ہے ۔ خود قرآن میں احکم الحاکمین نے اپنی ستاون آیات میں امر بالمعروف کی پابندی اور فرمانبرداری کا درس دیا۔ اور تقاضہ کیا ہے ان حالات میں ہم امر بالمعروف سے صرف نظر کر کے صرف نہی عن المنکر کے اعلان پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھ سکتے ۔ یہ مکمل نفاذ اسلام نہ ہوگا بلکہ یہ صرف اقامت دین کی ادائیگی کے فرض سے ایک آڑ کے ذریعہ پیچھا چھڑانا ہوگا ۔ بہرکیف " واللہ خیر الماکرین"

امر بالمعروف کی بے انتہا قرآنی تاکید کے بعد اس اقراری پہلو کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے ۔ دین میں اقرار و تصدیق کا پہلو حتمی طور پر اولین حیثیت رکھتا ہے بلکہ ایمان کی بنیاد ہی اقرار و تصدیق پر ہے ۔ لہٰذا امر بالمعروف سے پہلو تہی ممکن ہی نہیں صرف تین آیات قرآنی پیش کررہا ہوں جن میں عمومی طور پر امت مسلمہ جمیعت المسلمین اور حکومت کو امر بالمعروف کا مکلف پابند اور ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے جیسے کہ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۰ میں فرمایا گیا کہ " تم وہ بہترین امت ہو جسے نکالا گیا ہے لوگوں کے لئے ، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" اور اس سے پہلے آیت ۱۰۴ میں یہ کہ " اور ہونا چاہیے تم میں سے ایک ایسا گروہ جو دعوت دے بھلائی کی طرف اور حکم دے نیکی کا اور روکے بدی سے ' ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں " پھر سورۃ الحج کی آیت ۴۱ میں صراحت فرمائی کہ " یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو یہ نماز قائم کریں گے ' زکوٰۃ دیں گے ' نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے "۔

قرآن مجید کی رو سے شریعت اسلامی افضل ترین آئین و قانون ہے ۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۶ میں فرمایا گیا کہ " کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ کردیں تو اپنے اس معاملے میں ان کے لئے کوئی اختیار باقی رہ جائے ' اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا " اور پھر سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۴ میں اس بات کی حتمی وضاحت کردی گئی ہے کہ " وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اختیار میں بھی کچھ ہے ؟ کہو اختیار سارا کا سارا اللہ ہی کا ہے"۔ اہل ایمان اطاعت و عبدیت کا رویہ ہی اختیار کرسکتے ہیں جن معاملات میں خدا اور رسول اپنا فیصلہ اور ایک مخصوص طریق کار کا پابند کرچکے ہیں ان میں کوئی مسلمان خود آزادانہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ۔ خدا اور رسول کے فیصلے سے انحراف ایمان کی ضد ہے۔ دوسرے انتظامیہ کے اختیارات لازماً حدود اللہ سے محدود اور خدا اور رسول کے قانون سے محصور ہوں گے جن سے تجاوز کر کے انتظامیہ نہ تو کوئی ایسی پالیسی اختیار کرسکتی ہے نہ کوئی ایسا حکم دے سکتی ہے جو معصیت کی تعریف میں آتا ہو کیونکہ اس آئینی دائرے سے باہر جا کر انتظامیہ کو اپنی اطاعت کے مطالبہ کا حق ہی نہیں پہنچتا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے" ان میں سے کسی گناہ گار اور ناشکرے کی اطاعت نہ کرو" (الدھر ۔ آیت ۲۴) اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے ۔ اطاعت صرف معروف میں ہے "

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول نے اپنے پہلے خطبہ خلافت میں مندرجہ ذیل اعلان کردیا تھا کہ " میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے "اسی طرح چہارم خلیفہ راشد حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ " میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہوئے تم کو جو حکم دوں اس کی اطاعت تم پر فرض ہے خواہ وہ حکم تمہیں پسند ہو یا ناپسند اور جو حکم میں تمہیں اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے دوں تو معصیت میں کسی کے لئے اطاعت نہیں ۔ اطاعت صرف معروف میں ہے ۔ اطاعت صرف معروف میں ہے ۔ اطاعت صرف معروف میں ہے "

لہٰذا آئین پاکستان میں اس بات کا اہتمام ہونا چاہیے کہ تمام حکومتی ادارے خواہ وہ مقننہ ہو یا عدلیہ' انتظامیہ ہو یا کوئی سرکاری ادارہ سب کو احکامات شریعہ کا پابند بنا یا جائے ۔ غرضیکہ ریاستی اور مملکتی اختیارات کے استعمال کا مجاز ہر سرکاری ادارہ اور عامل اپنے تمام اختیارات کے استعمال اور احکامات و فرامین کے اجراء میں قرآن و سنت کے احکامات کا مکلف اور پابند ہو اور ہر ریاستی ' مملکتی اور سرکاری کارکردگی قرآن و سنت کی منشا سے مطابقت رکھتی ہو اور اس مقصد کے حصول اور تمام سرکاری اور نیابتی عمال حکومت کو ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ قرآن و سنت کے احکامات کی حدود میں محصور رکھنے کا پابند کیا جائے۔ صرف یہ ایک آئینی ترمیم اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ایک اسلامی مملکت کا تشخص عطا کردے گی اور شریعت اسلامی کا مکمل نفاذ ہوجائیگا ۔ اور پاکستان سر زمین اسلام بن جائیگی ۔

آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲ میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری دین اور ۲ الف میں قرار داد مقاصد کو آئین کے عملی اطلاق و نفاذ کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ آئین میں مجوزہ ترمیم و اضافہ آئین

کے آرٹیکل ۲۔ ب کے طور پر مندرجہ ذیل اضافہ کی صورت میں آئین پاکستان کا حصہ بنا دیا جائے

A BILL TO FURTHER AMEND THE CONSTITUTION.

Whereas it is expedient to amend the constitution in order to advance the cause of Islamization:-

It is hereby enacted as follows;_

1. Short title and commencement- (1) This act may be called the constitution (13th Amend) Act 1991.

It shall come into force at once.

1. Addition of Article 2-B, In the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, hereinafter referred to as the constitution, after Article 2-A, the following new Article 2-B shall be added in the constitution;-
2. "Article 2-B. The Quran and Sunnah (Shari'ah) shall be the supreme law of Pakistan and all Executive, Judicial, legislative and local authorities and all other state institutions and functionaries shall act in consonance with the injunctions of Quran and Sunnah."

مذکورہ ترمیم کا اردو متبادل یہ ہوگا کہ:

آرٹیکل ۲۔ب:۔

"احکامات قرآن و سنت کو پاکستان میں افضل ترین اور بالادست قانون و آئین کی حیثیت حاصل ہوگی۔ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ سمیت تمام ریاستی ملکی اور انتظامی امور میں ہر سرکاری ادارہ اور افسر مجاز کے لئے شریعت اسلامی کے اوامر و نواہی سے مطابقت پیدا کرنا لازمی ہوگا"

مذکورہ ترمیم اختیار کرنے کے بعد کسی شریعت بل یا شریعت ایکٹ کی ضرورت نہ رہیگی۔

اختراعات واکتشافات

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں'

ایک خلاف حقیقت کہاوت بن جائے گی؟

وقت کو منجمد کیا جاسکتا ہے

اخذ و ترجمہ ۔ سردار اعوان

سٹیفن ایس ہال کا یہ مضمون بتاتا ہے کہ جدید ترین فزکس اور فلکیات میں علم حاصل کرنے کا ذریعہ تجربات یا عینی مشاہدات ہی نہیں بلکہ انتہائی بلند سطح پر حصول علم کا ذریعہ آنکھیں بند کر کے غور و فکر اور نظریات ہیں۔ یہ بات علم وحی اور اس کے قرآنی نظریہ کے بالکل قریب پہنچ گئی ہے۔ یہ معاملات میکانکی طبیعات کے زمانے میں خارج از بحث تھے لیکن اب یہ سب سے بڑا علم کا ذریعہ ثابت ہوئے ہیں۔

اس مضمون میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کائنات میں وقت کی جہت یا اکائی ایک مطلق اکائی نہیں بلکہ کچھ کائناتی حالتوں میں وقت کو ٹھہرایا جاسکتا ہے یا پیچھے کی سمت (ماضی میں) بھی لے جایا جاسکتا ہے۔ یہ بات بھی ابتدائی میکانکی طبیعات میں ناممکن تھی لیکن آج اس کا اثبات معجزے کی حقیقت اور معراج النبی کی حقیقت سمجھنے میں انسانی ذہن کی رہنمائی کررہا ہے۔

اسی طرح کائنات میں مادے اور مادہ شکن مادے کی موجودگی کئی قرآنی تعلیمات اور حقائق کو واضح کرنے میں مزید مدد دیگی۔ دونوں قسم کا مادہ جب ملتا ہے تو دونوں تباہ ہوجاتے ہیں۔ یہ بات کائنات کی تباہی کو سمجھنے میں آسانی پیدا کردے گی۔ ادارہ

ماہر طبیعات کپ تھارن کے خیال میں خلاء اور وقت کے تانے بانے میں ایسے اشارات پائے جاتے ہیں کہ وقت کو منجمد کیا جاسکے گا۔

یہ ایک بوسیدہ خانقاہی طرز کی عمارت برج انیکس ہے جہاں کالٹک کے شعبہ نظری فلکیاتی طبیعات میں کچھ راہب قسم کے دانش ور کائنات کے بارے میں غور و فکر کرنے پر مامور ہیں۔ عمارت کی بڑی راہداری کی ایک دیوار پر فریم میں لگی ہوئی چند تصاویر خاص ترتیب سے آویزاں ہیں۔ نیل بوہر جس نے سب سے پہلے ایٹم کی کوانٹم کی رو سے تشریح کی رابرٹ اوپن ہیمر جس نے مین ہیٹن منصوبہ پر کام کیا، البرٹ آئن سٹائن جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ایس چندر شیکھر جس نے ستاروں کے اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کے عمل کا مشاہدہ کیا اور آخر میں بلاشبہ سب سے کم اہم اور غیر نمایاں شخصیت کپ ایس تھارن کی تصویر ہے۔ ان میں صرف اسی کی تصویر بغیر لباس کے ہے۔

گود میں ایک بریف کے سوا پورا بدن ننگا ہے'

تھارن کہتا ہے "یہی وہ مخصوص طریقہ ہے جس سے میں نے طبیعات سیکھی"۔ یہ تصویر ۱۹۷۰ء کی دہائی میں پہاڑی پلومر پر لی گئی تھی جہاں تھارن تنہا رہ کر تصورات میں گم کارخانہ قدرت پر غور کرتا کبھی کبھار پہاڑ کی کھوہ سے نکل کر دو میل دور لمبی لمبی گھاس میں ہو کر پلومر پر اپنی دوربین تک ہو آتا' وہ بھی اپنے کیلکولیٹر کو' جو اس کا واحد ساتھی تھا 'توانائی بہم پہنچانے یا غسل کے لئے' ورنہ اس نے کبھی رک کر ستاروں پر نگاہ بھی نہ ڈالی۔ ایک ہیئت دان اور نظری فلکیاتی طبیعات کے ماہر میں یہ فرق ہے ایک آلات کی مدد سے کائنات کامشاہدہ کرتا ہے دوسرا آنکھیں بند کئے اسے اپنے ذہن کی گرفت میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔

تھارن' پہلے ہی اس طرح کا ایک خاکہ پیش کرچکا ہے جس سے اسے ممتاز سائنسدانوں کی صف میں جگہ دینا ممکن ہوگیا ہے۔ اس کا دوست کارل ساگن کہتا ہے 'کپ ان معدود دے چند سائنسدانوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ کشش ثقل کا عمل کیاہے۔ کائنات

کا عمل براہ راست اس سے متعلق ہے اور بنیادی حقائق تک اس سے زیادہ رسائی شاید ممکن نہ ہو۔

سانتا باربرا کیلی فورنیا یونیورسٹی کیمپس میں نظریاتی طبیعات کا ادارہ چھٹی منزل پر واقع ہے اس کے سیمینار روم میں چالیس کے قریب ماہرین طبیعات جمع ہو رہے ہیں۔ تھارن کی کلائی کی گھڑی میں دو بج رہے ہیں۔ شام تک یہ حضرات نظری طور پر بیک وقت دو کپ تھارنز کو ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہوئے دیکھ چکے ہوں گے۔

اپنے موضوع "چیونٹی کے بل، وقت کی مشین اور توانائی کی کمزور حالت" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ "یہ ایک انوکھا موضوع ہے، ممکن ہے جب آپ سنیں کہ میں نے یہ تصور کیسے قائم کیا تو آپ کو یہ سب کچھ زیادہ ہی انوکھا بلکہ مشکوک نظر آئے" وہ کسی تحریری یاد داشت کے بغیر پروجیکٹر پر ہاتھ سے بنائے ہوئے رنگدار خاکے آگے پیچھے کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

۱۹۸۵ء میں تھارن کو کارل ساگن کا ایک خط ملا جس میں اس سے ٹیکنیکل مدد کی درخواست کی گئی تھی۔ ساگن کو سائنسی ناول کنٹیکٹ کے لئے حقائق درکار تھے، خصوصاً وہ کائنات میں "بلیک ہولز" کے کردار کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

تھارن اور میکائل مارس جو ایک یونیورسٹی میں طالب علم تھا، کو فوراً یہ اندازہ ہوگیا کہ ساگن جس بارے میں معلومات چاہتا ہے وہ بلیک ہولز نہیں ورم ہولز ہیں لہٰذا انہوں نے اس پر اپنی توجہ مرکوز کردی، ورم ہولز کی اصطلاح ۱۹۵۰ء کی دہائی میں جان وہیلر نے اختیار کی تھی۔ اس سے مراد وہ خیالی سرنگیں ہیں جو زمان و مکان سے گزر کر دور افتادہ خطوں کے درمیان رابطہ کا کام دیں۔ اگر آپ سیب کی گول سطح کو خلاء اور وقت پر محمول کریں تو ایک کیڑا اس کے گودا میں سوراخ کرتا ہوا دو مقامات کے درمیان جو فاصلہ طے کرے گا وہ ظاہر ہے سطح کی نسبت کم ہوگا۔ کیا ورم ہولز کا کوئی وجود بھی ہے؟ کسی نے اس میں داخل ہو کر نہیں دیکھا، مگر آئین شائن نے ۷۰ سال قبل بلیک ہولز اور دیگر ایسے فلکیاتی طبیعاتی مظاہر کا جو تصور پیش کیا تھا اس کے مطابق ورم ہولز کی موجودگی کا نظریاتی طور پر امکان موجود ہے۔

شروع میں تھارن اور مارس کے پیش نظر وقت کی مشین کے بجائے محض آئین شائن کے کام کو آگے بڑھانا تھا جس کے مطابق انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ ایک ستارہ سے دوسرے ستارہ تک نسبتاً "کم وقت میں پہنچنے کے لئے ورم ہولز سے کام لیا جاسکتا ہے، ان کی یہ آراء "امریکن جنرل آف فزکس" مئی ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئیں مگر "حرکت یا مقام سے متعلق سائنسی نظریہ اضافیت تک رسائی کا ایک ذریعہ" کے عنوان سے شائع ہونے والا یہ مقالہ کسی خاص توجہ کا باعث نہ بن سکا۔ صرف سائنسی ڈائجسٹ نے اس کا سرسری سا خاکہ شائع کیا۔ اس پر مارس نے کنٹیکٹ اسٹیٹ یونیورسٹی کے ماہر کائنات تھامس رومن سے بات کی جس سے یہ کام آگے بڑھانے میں بڑی مدد ملی۔ تھامس کا کہنا تھا کہ مقاطع ورم ہولز کے تصور سے لازمی طور پر "وقت کی مانند بند گولائیوں کی نشاندہی عمل میں آئے گی جنہیں وقت کی مشین کا نام دیا گیا ہے۔ اس دفعہ تھامس اور مارس کے ساتھ ملا کر الوی یرسیور نے بھی کام کیا جو ایک یونیورسٹی میں طالب علم تھا، اس نے اپنے خیالات کا مزید گہرائی میں مطالعہ کرنے کے بعد ایک مقالہ تحریر کیا جو ایک جریدے میں "ٹائم مشین" کے عنوان سے شائع ہوا۔ پریس نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور "وقت کا سفر" کے موضوع پر سارے ملکی اخبارات میں مضامین شائع ہوئے۔

اس طرح تھارن کی بیس سال گمنامی میں رہ کر کی جانے والی محنت سامنے آئی۔ اسی دوران میں "سان فرانسسکو ایگزامینر" میں کرسٹو فر لائیڈ کی ایک بہت اعلیٰ کہانی شائع ہوئی۔ اس کہانی اور تھارن کے سانتا باربرا والے لیکچر میں جو بنیادی اصطلاح استعمال کی گئی وہ تھی "اے۔ اے۔ سی ---" "مستقبل کی تہذیب کا تصور"۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آنے والی نسل ان مشکلات پر قابو پانے میں کامیاب ہوجائیگی جو وقت کے خلاف سفر میں در پیش ہیں۔ ان میں ورم ہولز کی تیاری اور انہیں برقرار رکھنے میں مشکلات بھی شامل ہیں۔

تھارن اس کام کی یوں وضاحت کرتا ہے: ہر وقت تغیرپذیر جھاگ کی تہ میں ورم ہولز بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں، دوسری مشکل یہ ہے کہ ۱.۳ x۱۰.۳۳ سنٹی میٹر سے کم شے کی پیمائش کرنا سردست ممکن نہیں جبکہ یہاں یہ پیمائش درکار ہے، جھاگ کی اس تہ میں جو ورم ہولز بنیں گے وہ کسی انتہائی لچکدار مصالحہ سے ہی بنائے جاسکتے ہیں جنہیں ضرورت کے مطابق کھینچ کر اپنی جگہ کس دیا جائے

یہی نہیں بلکہ بلیک ہولز کے اندر بھی بعض ورم ہولز، جڑے ہوئے ہیں جو خود بخود بڑھتے رہتے ہیں۔ اسے عجائبات میں ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔ خلاء کے ان حصوں میں جہاں کشش ثقل لامتناہی طور پر مضبوط ہوجاتی ہے ورم ہول کا منہ بنایا جاسکتا ہے لیکن اس بے پناہ قوت کے سبب کوئی بھی شے اس منہ میں آتے ہی معدوم ہوجائے گی۔ تھارن اور مارس نے اس سے محفوظ رہنے کا یہ طریقہ سوچا ہے کہ ورم ہول کے گلے میں کسی ایسے مادہ سے چوڑیاں بنا دی جائیں جو طاقت کے دباؤ کے خلاف مزاحمت کا کام دے۔ تھارن کو اس کا ۵۰ ر ۵۰ فی صد تک یقین ہے کہ ایسا کوئی خام مال دریافت ہوسکے گا جس سے کائنات کے اندر کہیں بھی ورم ہول کی اندرونی سطح کو سہارا دے کر کھلا رکھا جاسکے گا۔

اگر آپ اب تک ہونے والی گفتگو کے ساتھ ہم آہنگ رہے ہیں تو آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ اس طرح جو مضبوط ورم ہول تیار ہوگا اس کے ایک منہ کو کشش ثقل کی بے پناہ قوت استعمال کر کے روشنی کی رفتار سے حرکت دیں تو یہ ورم ہول ٹائم مشین میں تبدیل ہوجائیگا۔ یہ کام یوں کیا جاسکتا ہے کہ کسی نیوٹران ستارہ کو اتنا قریب لایا جائے کہ ورم ہول اس کی کشش ثقل میں آجائے۔

آئین شائن نے اسے بڑے سادہ طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ورم ہول کے ایک منہ کو روشنی کی رفتار (اس رفتار پر وقت کی رفتار حیرت انگیز طور پر کم ہوجاتی ہے) سے حرکت دینے اور دوسرے منہ کو ساکت رکھنے سے سارا عجوبہ واقع ہوجاتا ہے جو نظریہ اضافیت کا نتیجہ ہے۔ فرض کیجئے ورم ہول کے متحرک منہ کے باہر شام کے ۳ر بجے ہیں تو اس کے اندر وقت ایک گھنٹہ پیچھے ہوگا۔ تھارن اسے بیان کرتے ہوئے کہتا ہے فرض کیجئے اس کمرہ کی دو آمنے سامنے والی دیواریں کسی ورم ہول کے دو منہ ہیں آپ بائیں دیوار سے ورم ہول (کمرہ) میں داخل ہوں تو دائیں دیوار سے نکل کر دوبارہ بائیں دیوار میں سے داخل ہونے سے پہلے آپ خود اپنے آپ کو جالیں گے۔ آپ اپنے آپ سے ملاقات کریں اور اپنی خیریت دریافت کریں۔ یہ سب از خود ہوگا۔ البتہ ایک فرق ہوگا۔ اگر آپ کے پاس گھڑی ہے اور ملاقات ہونے پر آپ اپنے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ناظم حلقہ کے دورۂ آزاد کشمیر کی مختصر روداد

اب ضرورت اعتماد بحال کرنے کی ہے

مذہب کے نام پر ووٹ لینے والوں نے انہیں زیادہ ہی مایوس کیا ہے۔

خالد محمود عباسی

رفقائے مظفر آباد و رنگلہ کا اصرار رہا ہے کہ ناظم حلقہ دورہ کر کے رفقاء کی کارکردگی کا مشاہدہ بچشم سر کریں تو اپنے قیمتی مشوروں سے بہتر طور پر نواز سکیں گے چنانچہ ۱۷ر اپریل کو طے پایا کہ ۲ر مئی سے ان علاقوں کے دورے پر روانہ ہوا جائے ۔ پہلے نقباء کو اطلاعی خطوط تحریر کئے گئے اور اس کے بعد چاکنگ اور بعض دوسرے ضروری سامان کا بندوبست کیا گیا۔ ۲ر مئی صبح دس بجے ناظم حلقہ دو رفقاء اور اس وقائع نگار پر مشتمل یہ قافلہ تنظیم کی سوزوکی پک اپ پر اپنی منزل کی جانب رواں ہوا۔

راستے میں چاکنگ کرتے ہوئے مغرب سے کچھ ہی دیر قبل مری پہنچے جہاں ایک معاون تحریک خلافت کے ساتھ ملاقات رہی ۔ رات کا قیام اس وقائع نگار کے غریب خانے ' بیروٹ میں ہوا جہاں سے ایک اور ساتھی شریک سفر ہوگئے اور یوں ہماری تعداد چار سے بڑھ کر پانچ ہوگئی ۔ تین مئی کو صبح نو بجے بیروٹ سے مظفر آباد کے لئے روانہ ہوئے ۔ عباسیاں میں رفیق تنظیم عبدالرحیم افتخار صاحب کی دوکان پر رکے گفتگو ہوئی اور دوکان کی دیواروں پر چاکنگ کی گئی ۔ موسم کے تیور صبح سے ہی بگڑے ہوئے تھے ۔ رات بارش ہوچکی تھی اور مزید کا امکان تھا ۔ چنانچہ کوہالہ سے بمشکل ایک کلو میٹر ہی آگے پہنچے ہونگے کہ زور دار بارش نے آلیا ۔ سڑک خاصی شکستہ تھی اور لینڈ سلائڈز کے باعث جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی ' بارش کے باعث پھسلن بھی بڑھ گئی جبکہ بعض مقامات سے کیچڑ کے باعث گاڑی نکالنا مشکل ہوگیا ۔ خیرت گزری کہ بارش جلد تھم گئی ۔

جگہ جگہ رکتے اور چاکنگ کرتے دو پہر ڈھلے مظفر آباد پہنچنا ہوا ۔ وہاں کے نقیب اسرہ اور سرگرم کارکن عبدالقیوم قریشی صاحب کو پہلے ان کے گھر تلاش کیا پھر دوکان پر اور آخر میں تنظیم کے دفتر میں بھی جہاں آخر کار وہ مل ہی گئے ۔ یاد رہے کہ یہ دفتر ان کی ذاتی دلچسپی اور کوشش سے قائم ہوا ہے۔ کچھ دیر دفتر میں رکنے کے بعد ایک دو جگہوں پر جا کر انفرادی ملاقاتیں کی گئیں جن میں سے ایک مجاہد تنظیم کے کیمپ کمانڈر محمد گوہر صاحب سے ملاقات قابل ذکر ہے ۔ انہوں نے ہمیں رات کے کھانے پر بھی مدعو کرلیا۔

رات آٹھ بجے تقریباً سبھی رفقاء دفتر تنظیم میں جمع ہوگئے جہاں ناظم حلقہ شمس الحق اعوان صاحب نے ایک مختصر مگر جامع خطاب کیا ۔ جس کے بعد باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیالات ہوا۔ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوئے تو رات کے ساڑھے بارہ بج چکے تھے ۔ محض چند گھنٹے کے آرام کے بعد صبح ہوتے ہی چار مئی کی مصروفیات کا آغاز ہوگیا۔ عبدالقیوم قریشی صاحب سے دفتر کے امور خوش اسلوبی کے ساتھ چلانے کے سلسلے میں مفید بات چیت ہوئی اور ضروری معاملات نمٹا لئے گئے۔

ناشتے کے بعد مظفر آباد کی معروف علمی شخصیت مولانا مظفر حسین ندوی صاحب کے گھر گئے ۔ مولانا کہیں جانے کے لئے تیار کھڑے تھے لیکن ہمارے لئے کمال شفقت فرماتے ہوئے رک گئے ۔ مولانا محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے دلی لگاؤ رکھتے ہیں اور تنظیم کے کام کو سراہتے ہیں۔ انہیں کچھ لٹریچر پڑھنے اور تبصرہ کرنے کی غرض سے دیا گیا ۔ ممکن ہے جلد ہی ان کا تبصرہ ندائے خلافت کے صفحات کی زینت بنے۔

ازاں بعد ایک اور مجاہد لیڈر اعظم انقلابی صاحب سے ملاقات کے لئے ان کے کیمپ گئے ۔ انہوں نے بتایا کہ تحریک حریت نہایت نازک مرحلے میں ہے اور اگر اس موسم گرما میں پاکستان نے کھلی مدد نہ کی تو تحریک کو ضعف پہنچنے کا احتمال ہے ۔ یہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تب بھی ایک دن کشمیر تو ضرور آزاد ہوگا مگر اس وقت شاید پاکستانیوں کے ہاتھ کشمیر کی زمین ہی آئے ' وہاں کا کوئی مکین نہ مل سکے ۔ انہوں نے اس درد ناک حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ آزاد کشمیر کے حکمران اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ موجودہ مقبوضہ علاقے کے باسی اپنی ذہانت کے بل بوتے پر متحدہ کشمیر پر اپنی بالادستی قائم کرلیں گے چنانچہ بقول ان کے اس خوف کے باعث وہ دلی آمادگی سے تحریک حریت کشمیر کی حمایت و مدد نہیں کرتے۔ دونوں کشمیری راہنما متفکر تھے کہ اس وقت کشمیر میں تین سو کے قریب تنظیمیں آزادی کے لئے کوشاں ہیں ۔ انہوں نے تنظیموں کی کثرت کو ایک پاکستانی ایجنسی کی حکمت عملی کا نتیجہ قرار دیا جس نے ہر کس و ناکس کو لیڈر بننے کا موقع فراہم کردیا ہے۔

مظفر آباد سے ایک بجے دن راجہ محمد اکرم

تحریک حریت کشمیر نہایت نازک مرحلے میں ہے اور اگر اس موسم گرما میں پاکستان نے کھلی مدد نہ کی تو تحریک کو ضعف پہنچنے کا احتمال ہے۔

صاحب کی راہنمائی میں رنگہ کے لئے روانگی ہوئی ۔ جہاں ایک اسرہ قائم ہے ۔ جس کے نقیب تاج افسر خان ہیں ۔ راستہ انتہائی دشوار گزار تھا ۔ بل کھاتی بلندی کی طرف چڑھتی سڑک پر سوزوکی پک اپ رہ رہ جاتی تھی ۔ کئی مقامات پر انجن کی طاقت کے ساتھ انسانی طاقت کا بھی اضافہ کرنا پڑا یعنی نوبت دھکے لگانے تک جا پہنچی ۔ دھیر کوٹ سے ہوتے خدا خدا کر کے پانچ بجے کے قریب رنگہ پہنچے ' جہاں لب سڑک ہی تاج افسر خان صاحب نے دوکان کے ساتھ ساتھ دفتر بھی بنا رکھا ہے ۔ وہاں چند احباب سے ملاقات رہی ۔ یخ بستہ ہوا میں رنگہ سے دو کلو میٹر کا فاصلہ پیدل طے کر کے تاج افسر خان صاحب کے گھر رین بسیرے کے لئے پہنچے ۔

پانچ مئی کو کچھ رفقاء ان کے گھر ہی تشریف لے آئے ۔ ان سے تفصیلی ملاقات رہی جس کے بعد قریبی مسجد میں شمس الحق اعوان صاحب نے سورۃ صف کا درس دیا ۔ اگلا پروگرام رنگہ پائلٹ ہائی سکول میں طے تھا جہاں ہیڈ ماسٹر صاحب نے اس سلسلے میں تعاون فرمایا تھا ۔ انہوں نے چائے اور بسکٹ سے مہمانوں کی خاطرمدارت بھی کی ۔ یہاں ناظم حلقہ نے موجودہ عالمی تناظر میں امت مسلمہ کے لئے لائحہ عمل پر روشنی ڈالی اور تحریک خلافت کی اہمیت کو آشکارا کیا ۔ خطاب کے بعد شرکاء میں لٹریچر تقسیم کیا گیا اور سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی ۔ دن کے ایک بجے ہم نے رنگہ کے ساتھیوں سے اجازت چاہی ۔

اگلی منزل مری سے ۲۰ر کلو میٹر شمال کی جانب واقع گاؤں بیروٹ کی مرکزی مسجد تھی ۔ یہاں بھی شمس الحق اعوان نے خطاب کیا اور شرکاء کو ان کی دینی ذمہ داریاں یاد دلائیں ۔ رات ایک بار پھر اس وقائع نگار کے گھر قیام ہوا ۔ جہاں بعض معاونین تحریک خلافت سے انفرادی ملاقاتیں بھی رہیں ۔ ان میں جذبہ عمل کو تحریک دینے کی کوشش کی گئی ۔ چھ مئی کو رنگہ کی طرز پر بیروٹ ہائی سکول میں بھی پروگرام کرنے کی تجویز سامنے آئی ۔ اس غرض سے ہیڈ ماسٹر صاحب سے بات کی گئی تو انہوں نے کمال مہربانی و مروت سے اجازت

نگہبان

حضرت حبیب عجمیؒ ایک مرتبہ اپنا پوستین راہ میں رکھ کر وضو کرنے چلے گئے ۔ حضرت حسن بصریؒ کا گزر ادھر سے ہوا تو آپ وہاں ٹھہر گئے تاکہ کوئی پوستین نہ اٹھا کر لے جائے ۔ تھوڑی دیر میں حبیبؒ واپس آئے اور سلام کیا ' پوچھا " آپ یہاں کیسے کھڑے ہیں "۔ انہوں نے جواب میں کہا "آپ پوستین کس کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے؟۔ اگر کوئی لے جاتا تو!"

آپ نے فرمایا" اس کے بھروسے پر جس نے تجھ کو اس کی نگہبانی پر مقرر کیا"

مرحمت فرما دی اور تفریح کے وقفے میں اضافہ کر کے ہمارے لئے اساتذہ سے رابطہ کرنے کی سہولت پیدا فرمائی ۔ چائے اور لوازمات سے ہماری تواضع بھی کی ۔ اتفاق سے مقامی امیر جماعت اسلامی اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے آئے اور کمال صبر سے شریک محفل رہے ۔ البتہ آخر میں کچھ وضاحت انہوں نے بھی فرمائی ۔ اس وضاحت کی وضاحت کرنا ناظم حلقہ نے ضروری خیال نہ کیا اور .... قالوا سلما کی روش اختیار کی ۔ یہاں بھی شرکاء میں لٹریچر تقسیم کیا گیا ۔

یہاں سے بھی رنگہ کی طرح ایک بجے ہی روانگی ہوئی ۔ راستے میں چاکنگ کرتے ہوئے عصر سے کچھ دیر قبل جھیکا گلی پہنچے جہاں جماعت اسلامی کے ایک رکن سے نہایت مفید گفتگو ہوئی ۔ ان کا فرمانا تھا کہ مومن ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا جبکہ ہم بار بار ڈسے جارہے ہیں اور پھر انگلی ہی نہیں ' پورا ہاتھ دوبارہ اسی سوراخ میں ڈال دیتے ہیں ۔ "مجھے تو اپنے مومن ہونے پر شک ہے" ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس مایوسی میں کہیں وہ اقامت دین کی جدوجہد ہی سے لاتعلق نہ ہوجائیں اور یہ کہ ان کی رہنمائی کسی بہتر راستے کی طرف ہوجائے ۔ انہوں نے ہمیں چائے بھی پیش کی ۔ ان کے خلوص کے پیش نظر طبیعت کے آمادہ نہ ہونے کے باوجود ہم انکار نہ کرسکے ۔

یہاں سے براستہ مری شہر راولپنڈی کے لئے روانہ ہوئے اور راستے میں چاکنگ بھی کرتے رہے ۔ مغرب کی نماز کمپنی باغ کے مقام پر ادا کرنے کے بعد بغیر رکے راولپنڈی پہنچے ۔ اب رات کے نو بج چکے تھے ' تھکن نے بھی اثرات دکھانے شروع کردئے تھے لہٰذا لیٹتے ہی نیند کی وادی میں اتر گئے ۔

اس دورے میں جتنے بھی حضرات سے ملاقات رہی سب کو اس خیال سے متفق پایا گیا کہ انتخاب کے ذریعے تبدیلی محال مطلق ہے اور اس کے لئے انقلابی طریق اختیار کئے بغیر چارہ نہیں ۔ لوگوں نے ہر جگہ دلچسپی سے ہماری گفتگو سنی اور اثبات میں سر ہلاتے رہے ۔ لیکن معاشرے سے سچائی کے اٹھ جانے کے بعد اعتماد بھی رخصت ہوچکا ہے ۔ اعتماد سے محروم یہ حضرات ایک مقصد کے لئے مشکل ہی سے جمع ہوسکیں گے ۔ مذہب کے نام پر ووٹ کی بھیک مانگنے والے ان مایوس لوگوں میں کچھ زیادہ ہی بدنام ہیں کیونکہ سادہ لوح عوام کو اسلام کے نام پر سب سے زیادہ چرکے انہوں نے ہی لگائے ہیں ۔ بہرحال انقلاب کی بات سمجھ میں آرہی ہے ' اب ضرورت اعتماد بحال کرنے کی ہے ۔ گویا "خاموش اکثریت" راست بازوں کے میدان کار زار کو گرم کرنے تک ہی خاموش ہے ' جس دن میدان گرم ہوا یہ خاموش اکثریت راست بازوں کے حق میں اٹھ کھڑی ہو گی ۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس موقع پر بھی وہ ہر کسی کو اور بالخصوص ہمیں اسلام کو اپنے مفادات کے لئے استعمال کرنے سے بچائے ۔ (آمین)○

اس مایوسی کی وجہ سے کہیں وہ اقامت دین کی جدوجہد ہی سے لاتعلق نہ ہوجائیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کسی بہتر راستے کی طرف فرمادے ۔

ہمارے ایک قاری نے پیش کش کی ہے کہ جن لوگوں کو سر کے بال جھڑنے اور گرنے کی شکایت ہے ' وہ انہیں محض جوابی لفافہ بھیج کر دیسی جڑی بوٹیوں کے ایک ایسے سفوف کا نسخہ مفت طلب کرسکتے ہیں جسے سرسوں کے تیل میں ملا کر سر پر لگانے سے یہ مسئلہ حل ہوجاتا ہے ۔ ان کا پتہ درج ذیل ہے :

محمد انور راہی

حویلی نظام الدین ۔ ۶ ' نیو شالیمار ٹاؤن لاہور ۲۵

بقیہ تجزیہ

الرغم ہوتا ہے تو اس کے نتائج ماضی کے آپریشنوں سے مختلف نہیں ہوں گے ۔ لیکن آپریشن کے سیاسی مقتضیات کی تکمیل کے لئے کوئی کام نہیں ہوا بلکہ الٹا کام عین آپریشن سے پہلے کیا گیا جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سیدھا کام کرنا مقصود ہی نہیں ہے یا اس کے مقتضیات کا اندازہ نہیں ہے

آپریشن سے پہلے سیاسی مفاہمت اور اتفاق رائے حاصل کرنے کا عمل ہونا چاہیے تھا لیکن پیپلزپارٹی اور ایم کیو ایم دونوں سے حکومت کے تعلقات کشیدہ ہیں ۔ نہ حلیف ساتھ ہیں نہ حریفوں کو حلیف بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اب اگر حکومت سندھ میں جئے سندھ ' پیپلزپارٹی اور ایم کیو ایم سب کی ایک عام پکڑ دھکڑ شروع کرتی ہے تو اس کا فائدہ مجرم عناصر اور مافیاؤں کو ہوگا ۔ وہ اس ہنگامہ میں اپنے بچاؤ اور فرار کا انتظام کرینگے ۔ پہلے ہی آپریشن کا شور اس قدر کیا گیا ہے کہ سب مجرم ادھر ادھر ہوگئے اور سنا ہے کہ بہت سے توج پر چلے گئے ہیں۔

عام پکڑ دھکڑ کا فائدہ ہمارا بیرونی دشمن بھارت بھی خوب اٹھائے گا ۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ سندھ میں امن و قانون باہر سے مسلط نہیں کیا جاسکتا ' اسے خود سندھ والے ہی قائم کرسکتے ہیں اس لئے سندھ کی اندرونی طاقتوں کا کوئی کردار نہیں ہوگا تو جو امن ہوگا وہ مصنوعی ہوگا اور عارضی ہوگا۔ چنانچہ سندھ آپریشن میں سندھ کی شرکت ہونی چاہیے جس کا یہ مطلب نہیں کہ چند وڈیرے ' کچھ پتھاریدار اور کچھ ضمیر فروش سیاستدانوں کو آگے کر کے کہا جائے کہ سندھ آپریشن کے ساتھ ہے ' اس کے لئے سندھ کے عوام کو شریک سفر کرنا ہوگا اور یہی وہ کام ہے جو اب تک نہیں کیا گیا بلکہ مرکز اور سندھ کے عوام کے راستے جدا کرنے کی ہر کوشش کی جاتی رہی ہے اور خود اہل سندھ کے بھی راستے مختلف کردئے گئے تاکہ ان کے سیاسی ٹکراؤ سے اپنے چند روزہ اقتدار کو سہارا مل سکے ۔

اس طرز عمل کی بجائے اب طے کر لینا چاہیے کہ :

○۔(۱) سندھ آپریشن ضروری ہے اور یہ پوری غیر جانبداری کے ساتھ صرف ملک و قوم کے مفاد کو سامنے رکھ کر ہو۔

○۔(۲) اس آپریشن کی تائید میں تمام بڑے سندھی رہنما ہونے چاہیں اور سندھی رہنما خواہ شہری ہوں یا دیہاتی اور ماضی میں ان کا طرز عمل کچھ بھی رہا ہو ' لیکن اب وہ سندھ میں امن و امان کی قدر و قیمت کو سمجھ چکے ہیں اور ان میں یہ خواہش پائی جاتی ہے کہ سندھ کے شہری اور دیہی علاقے مجرموں سے پاک صاف کئے جائیں اور سندھ کی سیاست کو جمہوریت اور عدم تشدد کے اصول پر چلایا جائے ۔

اگر حکومت جمہوریت کا احترام کریگی تو تشدد اور جرائم کا ماحول ختم ہوسکے گا اور اس کے خلاف سیاسی عناصر ایک ہوسکیں گے لیکن حکومت جمہوریت سے انحراف کے اپنے رویے کو برقرار رکھتی ہے تو جرائم اور تشدد آگے چل کر ایک بڑی بغاوت اور خانہ جنگی میں تبدیل ہو جائیں گے ۔ اس لئے سندھ کے میدانوں میں کسی آپریشن سے پہلے حکومت کو اپنا آپریشن کرنا ہوگا اور اپنے غیر جمہوری ذہن ' رویہ اور اس کے سیاسی مظاہر پر چھری چلانی ہوگی ۔ ○○

بقیہ آپس کی باتیں

زندہ ہیں اس طرح کہ غم زندگی نہیں ' زندگی یوں گزارتے ہیں یا زندگی انہیں یوں بھگتاتی ہے کہ نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم!۔ چرنے چگنے کے لئے آتے ہیں ' چر چگ کر چلے جاتے ہیں ۔ زندگی میں جو کاٹھ کباڑ جمع کرتے ہیں ' جن کے بارے میں ہمیں مال و دولت دنیا ہونے کا مغالطہ لاحق ہوجاتا ہے ' اسے ساتھ نہیں لے جاسکتے۔ دنیا کے مفلس ترین اور سب سے نادار انسان کی طرح وہ بھی خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں تاہم زندگی تو ان کی ایک چکا چوند سے عبارت ہوتی ہے جس سے ہماری آنکھیں بھی چندھیانے لگتی ہیں ۔ ان کی طرح کا معاملہ ہوتا تو کم سے کم زندگی ہی مزا دے جاتی ۔ اب تو آرام سے گزرتی ہے ' عاقبت کی خبر خدا جانے ۔ لیکن جس مشکل میں ہم نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو مبتلا کر لیا ہے ' وہ دراصل ایک اعزاز ہے ۔ اللہ نے ہمیں اپنے دین کے کام کے لئے چن لیا ہے ۔ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے ۔ کاش ہمیں اس نعمت کا شعور حاصل ہوجائے جس کا شکر ہی ادا کرسکیں تو بڑا تیر مار لیں گے ۔ اور شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ ہی کی چاکری اب ہمارا وظیفہ حیات ہوجائے ۔ اب نوکری بجانے میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو ہم اس رعائت کے مستحق بھی نہ ہوں گے جو ہمارے بھائی بندوں کو حال مست اور کھال مست رہنے کے باعث شاید کسی نہ کسی درجے میں میسر آجائے ۔ جن کے رتبے ہیں سوا' ان کی سوا مشکل ہے ۔

بات لمبی ہوتی جارہی ہے ' آدمی اپنے آپ سے بات کررہا ہو تو کون اسے ٹوکے گا کہ بہت ہوچکی ' بس اب ختم کرو ۔ جس نے چھینی تھی کل ہماری نیند ' ابتدا پھر وہی کہانی کی ' تاہم وہی بات اگر نوک قلم پر ہو تو کاغذ کو سرخ جھنڈی دکھانے کا موقع مل جاتا ہے ۔ اس جھنڈی پر لکھا ہے کہ بھلے آدمی ! تم نے لفظوں کا اتنا اسراف کاہے کو کیا ' ایک فصیح و بلیغ جملہ ہی کیوں نہ لکھ دیا جس کے کوزے میں معنی و حکمت کے سمندر بند ہیں !۔ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن پر دو دن ایک حال میں نہیں گزرتے (اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ۔ یعنی اگلے روز یا تو اس کا ایمان درجات کی بلندی کی طرف محو سفر رہتے ہوئے مومن کو کسی اگلے پڑاؤ پر پہنچا چکا ہوتا ہے یا پھر شعوری یا غیر شعوری انداز میں کچھ پسپائی اختیار کر کے وہ اپنے مقام سے نیچے آجاتا ہے ۔ سو دیکھنا تو صرف یہ تھا کہ فرائض دینی کی ادائیگی میں اور فرض عین ---اقامت دین --- کا حق ادا کرتے ہوئے ہم اگلی منزل کی طرف رواں دواں ہیں یا الٹے پیروں واپس پھر رہے ہیں کیونکہ کسی ایک جگہ ڈیرہ ڈال کر بیٹھ رہنے کی تو اس سفر میں گنجائش ہی نہیں ---○○

بقیہ وقت

ہم زاد سے پوچھتے ہیں "آپ کا کیا حال ہے" اور وہ " بہت اچھا" کہتا ہے تو دونوں کی گھڑیوں میں ایک گھنٹہ کا فرق ہوگا۔

"وقت کے سفر" پر جو کام ہوا ہے اس کی بیشتر سائنسی تفاصیل یہاں درج نہیں ہیں۔" اسباب کا قانون" ایسا ہے کہ کوئی شخص ماضی میں نہیں جاسکتا ۔ لیکن یہ امر کم اہم نہیں کہ دنیا کے ممتاز ماہرین طبیعات نے نظری طور پر کپ تھارن کو کپ تھارن سے ہاتھ ملاتے ہوئے محسوس کیا۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل ' وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

کے سوالات کے جوابات دیئے۔ پشاور میں بھی تحریک خلافت کو وسیع پیمانے پر متعارف کروانے اور اس کے پروگرام پر عملدرآمد کے لئے کنوینگ کمیٹی تشکیل دی گئی - اس دورے کی مفصل رپورٹ اگلے شمارے میں پیش کی جائے گی۔

حلقہ سرگودھا میں

تحریک کی تنظیم نو

تحریک خلافت حلقہ سرگودھا کے کنوینر جناب غلام اصغر صدیقی صاحب نے سرگودھا میں تحریک کی سرگرمیوں کو منظم کرنے اور تحریک کا پیغام عام کرنے کے لئے سرگودھا کو سات زونوں میں تقسیم کر کے درج ذیل معاونین تحریک کو علاقائی سطح پر زونل کنوینر مقرر کیا ہے:

۱) چودھری محمد اصغر صاحب
۲) محمد اکرم اعوان صاحب
۳) محمد افضل اعوان صاحب
۴) محمد اقبال صاحب
۵) چوہدری سردار صاحب
۶) حاجی سنور خاں
۷) عبدالستار خیل جدن صاحب

انقلاب کا پیش خیمہ

یاد رکھو! رعایا انتشار سے ہمیشہ گمراہی میں مبتلا ہوتی ہے اور دنیا انتشار کی وجہ سے شر پرستی میں گرتی چلی گئی ہے۔ اس کا سبب تین باتیں ہیں - ایک تو یہ ہے کہ دنیا نے انہیں متاثر کیا' دوسرے خواہشات نے غلبہ کیا اور تیسرے ان پر عورتوں نے قابو پالیا۔ خبردار! تم ان تین باتوں میں سے کسی کے پھندے میں نہ آنا - یاد رکھو نفرت انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے - لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ 'انہیں اطمینان دلاؤ' اور راہ خدا سے سے نہ ہٹنے دو۔ (حضرت عثمانؓ کے ایک خطبہ سے)

مرسلہ محمد انور راہی

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

نے روزنامہ "نوائے وقت" میں ہفتہ وار کالم لکھنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ پہلا کالم "اسلامی ریاست میں سیاسی جماعتوں کا کردار" کے عنوان سے جمعہ ۲۹ر مئی کی اشاعت میں شامل تھا - آئندہ ہر جمعہ کو ان کی تازہ تحریر کے لئے "نوائے وقت" کے حصول کو یقینی بنایئے --- ادارہ

'خبر کشائی'

میم سین

○ پاکستان کو تجربے نے سکھایا ہے کہ مستقل دوست کوئی نہیں بلکہ مفادات ہوتے ہیں (عابدہ حسین)

☆ کون کہتا ہے کہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے؟۔

○ حادثات کی صورت میں گاڑیاں نہ جلائی جائیں (ایک اپیل)

☆ تو کیا دل جلائے جائیں؟۔

○ آبادی میں اضافہ ترقی میں رکاوٹ ہے -(وزیر اعلیٰ سندھ کے مشیر)

☆ اور ترقی میں اضافہ؟۔ الامان والحفیظ!

○ زرعی و ہیلتھ ٹیکس میں اضافہ گناہ بے لذت ہوگا کیونکہ اس سے صرف دس کروڑ کی آمدنی ہوگی (وزیر اعظم)

☆ جبکہ کئی سو جغادری زمیندار حکومت کا ساتھ دینا چھوڑ دیں گے!

○ جماعت اسلامی کی علیحدگی کے بعد آئی جے آئی کا وجود ختم ہوچکا ہے (پروفیسر خورشید احمد)

☆ ٹھیک اسی طرح جس طرح آئی جے آئی میں شمولیت کے بعد جماعت اسلامی کا تشخص ختم ہوگیا تھا۔

○ کوٹہ سسٹم کے خلاف شریعت قرار دینے سے پرانا تنازعہ طے ہوگیا ہے (نصرت مرزا)

☆ پر نالہ پھر بھی وہیں گرے گا۔

○ اسلام کے لبادے میں اسلام کو ہی نقصان پہنچایا جارہا ہے (شاہ سراج الحق)

☆ تو آپ کا کیا خیال ہے' اسلام کا لبادہ اتار کر خود کو نقصان پہنچایا جائے؟۔

○ اتحادوں کی سیاست سے مسائل حل نہیں ہونگے (قاضی حسین احمد)

☆ صبح کا بھولا اگر شام کو بھی گھر لوٹ آئے تو اسے بھی بھولا نہیں کہتے۔

☆ اوول میں شکست کی وجوہات کچھ اور تھیں (جاوید میانداد)

○ اور ورلڈ کپ جیتنے کی وجوہات کچھ اور!

مسئلۂ کشمیر

اِن کو دھمکانا حماقت یا جنوں — جن کا ہو ایمان لَا یَستَقدِمُون
وہ ڈریں گے موت سے جو دمبدم — کہتے ہیں' اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون
ہوتے ہیں جو اکتشافات آجکل — ہیں لَآیَاتٍ لِّقَومٍ یَّعقِلُون
جو خدائے وَاحد و قہّار سے — ہوتے ہیں مُنکر فہم لَا یَعقِلُون

اُڑ رہے ہیں جو مہ و مرّیخ تک
ہیں وہ سب بھی زیرِ لَا یَستَاخِرُون

جنگ بندی بہرِ استصواب تھی — ثُمَّ اَقرَر تُم وَ اَنتُم تَشہَدُون
جزوِ لاینفک ہُوا کشمیر اب — بھارتی نیتاؤ! اَنتُم مُعرِضُون
قول کشمیری ہمارے ساتھ ہیں — ثُمَّ اَنتُم ہٰؤُلَاءِ تَقتُلُون

بھیڑیو! کشمیریوں پر یہ ستم
کافرو! لاریب اَنتُم ظٰلِمُون

تم مُسلمانوں کو سمجھے تھے ضعیف — ہے قوی حق لَم تَکُونُوا تَعلَمُون
ہاں مسلسل جُہد، پاکستانیو! — ہے خُدا شاہد عَلٰی مَا تَعمَلُون
مُنہ دکھانا ہے رسُول اللہ کو — ہے خُدا ناظِر اِلَیہِ تُحشَرُون
کون ہو سکتا ہے تم سے ہم نبرد — اَنتُمُ الاَعلَون، اَنتُم تَعلَمُون

ہیں شہیدانِ رہِ حق، خُلد میں
ہے نہ اِن کو خوف لَا ہُم یَحزَنُون

مرزا ہادی بیگ

بشکریہ "شہ رگ پاکستان" لاہور